رسالہ تراویح

از

حضرت مولانا غلام رسول رح

قلعہ میاں سنگھ، ضلع گوجرانوالہ

مع

ترجمہ ینابیع

از

شیخ الحدیث امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

ناشر

مکتبہ صفدریہ

نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

رسالۂ تراویح

مصنفہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب مرحوم غیر مقلد قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ جس میں انہوں نے مفتی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس فتویٰ کا علمی اور تحقیقی طور پر خوب ردّ کیا ہے کہ بیس تراویح کا کوئی ثبوت نہیں اور بیس رکعت تراویح ادا کرنے سے سنت ادا نہیں ہوتی (معاذ اللہ تعالیٰ) مولانا غلام رسول صاحبؒ نے اس بے بنیاد فتویٰ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دی ہیں اور مفتی محمد حسین صاحب کو غالی کا لقب دیا ہے۔

معہ

ترجمۂ ینابیع

از

ابوالزاہد محمد سرفراز

تاریخ طبع .... جولائی ۲۰۱۳ء

نام کتاب .... ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح

تالیف .... غیر مقلد عالم مولانا غلام رسول صاحب قلعہ میاں سنگھ

ترجمہ .... امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ

مطبع .... مکی مدنی پرنٹرز لاہور

تعداد .... ایک ہزار (۱۰۰۰)

قیمت .... ۳۵/- (پینتیس روپے)

ناشر .... مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

☆ کتب خانہ صفدریہ، 0300-4257988

☆ ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی ☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان

☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور

☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی ☆ کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان

☆ مکتبہ صفدریہ چوہڑ چوک راولپنڈی ☆ مکتبہ حلیمیہ درہ پیزو لکی مروت

☆ مکتبہ سلطان عالمگیر اردو بازار لاہور ☆ ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور

☆ اسلامی کتب خانہ اِقرا آگاہی ایبٹ آباد ☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

☆ مکتبہ عثمانیہ میانوالی روڈ تلہ گنگ ☆ مکتبہ الاظہر بانو بازار رحیم یار خان

☆ اقبال بک سنٹر نزد صالح مسجد صدر کراچی ☆ مکتبہ فاروقیہ ہزارہ روڈ حسن ابدال

☆ مکتبہ علمیہ جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک

☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور ☆ مکتبہ العارفی فیصل آباد

☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ ☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ

☆ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ☆ ظفر اسلامی کتب خانہ جی ٹی روڈ گکھڑ

فہرست مضامین

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ،

اصلاح عقیدہ کے بعد تمام عبادات میں نماز کا درجہ سب سے اعلیٰ اور افضل ہے یہ ایسی جامع عبادت ہے جس میں زبان بدن اور مال (جس سے لباس خریدا جاتا ہے۔ کیونکہ تن پوشی بھی نماز میں حسب مراتب ضروری ہے) سب شریک ہوتے ہیں اور نماز فی نفسہٖ بڑی عبادت اور تقرب خداوندی کا عمدہ ذریعہ ہے لیکن جماعت کے ساتھ نماز کا درجہ پچیس ۲۵ یا ستائیس گنا بڑھ جاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے اور رمضان شریف میں ہر نیکی کا اجر و ثواب مزید بڑھ جاتا ہے لہٰذا رمضان مبارک کے مہینہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت مطلوب ہے پس کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو التزام کے ساتھ تراویح کی نماز میں شریک ہوتے ہیں اور بیس ۲۰ تراویح پڑھ کر اپنی آخرت کا بہتر سے بہتر ذخیرہ بناتے ہیں اس مختصر رسالہ میں تراویح کے بیس ۲۰ ہونے کا علمی اور تحقیقی طور پر مختصر ذکر کیا گیا ہے ذیل کے امور کو ذہن نشین کرنے کے بعد اصل کتاب کو غور سے پڑھیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان مبارک کی راتوں میں خود بھی

خاص اہتمام کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی اور تین راتیں (۲۳، ۲۵، ۲۷ رمضان)، آپ نے باجماعت نماز پڑھائی مگر اس خوف سے کہ کہیں یہ امت پر فرض نہ ہو جائے آپ نے جماعت ترک کر دی اور لوگوں کو یہ نماز گھروں میں پڑھنے کی تلقین فرمائی لیکن کسی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے رمضان یا ان تین راتوں میں کتنی رکعت نماز تراویح پڑھی یا پڑھائی حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ نے رمضان میں بیس ۲۰ رکعتیں پڑھیں مگر اس کی سند ضعیف اور کمزور ہے اور حضرت جابرؓ کی روایت (موارد الظمآن ص۲۳ وغیرہ) میں ہے کہ آپ نے آٹھ رکعت پڑھائیں لیکن اس کی سند میں عیسیٰ بن جاریہ ضعیف اور کمزور راوی ہے اس لیے قطعیت اور تعیین کے ساتھ یہ بتانا نہایت ہی مشکل ہے کہ آپ نے رمضان میں کتنی تراویح پڑھیں اور پڑھائیں، یہی وجہ ہے کہ مشہور غیر مقلد عالم نواب نور الحسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں کہ وبالجملہ عدد معین در مرفوع نیامدہ (العرف الجادی ص۸۴ طبع بھوپال ۱۳۰۱ھ) یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی مرفوع حدیث میں تراویح کا عدد معین نہیں آیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تقریباً اڑھائی سال تک رہی اور اندرونی اور بیرونی فتنے اس قدر برپا ہوئے کہ ان کو ان سے فارغ ہو کر کسی اور طرف توجہ کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا تا آنکہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو ان کی خلافت میں تقریباً ۱۴ھ سے باقاعدہ جماعت کے ساتھ نماز تراویح شروع ہوئی اور آخر میں انہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے اندر بیس ۲۰ رکعت کا حکم دیا اور ان کے حکم سے بیس ۲۰ رکعتیں ہوتی رہیں اور تقریباً تمام حضرات صحابہ کرامؓ کا اس پر اتفاق و اجماع ہو گیا اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا چنانچہ علامہ موفق الدین ابن قدامہؒ اور امام شمس الدین ابن قدامہؒ اس کارروائی کو کالاجماع سے تعبیر کرتے ہیں (مغنی جلد ۱ ص۸۰۳ و شرح مقنع جلد ۱ ص۵۲ بر حاشیہ مغنی) اور اس وقت سے لے کر تقریباً ۱۲۸۴ھ تک مختلف مکاتب فکر کے لوگ اسی پر عمل کرتے رہے اور کسی نے اس کے خلاف کہنے کی جرأت نہ کی۔

(۲) دیگر اسلامی ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی سبھی حضرات بیس ۲۰ رکعت تراویح ہی پڑھتے رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا خاندان ہندوستان میں علوم دینیہ کی تدریس و تبلیغ اور توحید و سنت کی نشر و اشاعت میں سب سے پیش پیش تھا اور یہ حضرات بھی تراویح ۲۰ رکعت ہی پڑھتے تھے اور دلائل کے ساتھ وہ بیس ۲۰ ہی ثابت کرتے تھے اگر بیس ۲۰ رکعت کی ادائیگی میں سنت کی مخالفت بلکہ اس کی بو تک بھی پیدا ہوتی تو یہ حضرات کبھی بیس ۲۰ نہ پڑھتے اور علی الخصوص حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اس کے قریب بھی نہ جاتے جو خلاف سنت کاموں کے خلاف ہمیشہ کوشاں رہے۔ چونکہ یہ ایک گونہ اجماعی مسئلہ تسلیم کیا جاتا تھا اس لیے اس کے خلاف لب کشائی کسی کو بھی گوارا نہ تھی جب ۱۲۸۴ھ میں ہندوستان کے مشہور شہر اکبر آباد میں کسی غیر مقلد مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ تراویح آٹھ رکعات ہیں تو اس فتویٰ کے خلاف طوفان برپا ہو گیا اور اسی سن میں مطبع لطافت آگرہ سے ایک رسالہ بنام "استفتاء التراویح" طبع ہوا جس میں اس علاقہ کے تقریباً اٹھارہ علماء کرام کے پرزور فتوے اس میں طبع ہوئے اور عوام الناس کو اس فتنے سے آگاہ کیا گیا۔ چنانچہ حضرت مولانا فیض احمد صاحبؒ اپنے فتویٰ میں تراویح کے بیس ۲۰ ہونے کے چند حوالے درج فرمانے کے بعد ارقام فرماتے ہیں کہ "اور اسی طرح بہت سی کتابوں فقہ میں بیس ۲۰ رکعت سنت ہونے تراویح میں صراحۃً مذکور ہیں اور اجماع اہل الاسلام شرقاً و غرباً اور حرمین شریفین

زادہما اللہ شرفاً جاری و رائج ہیں کسی شخص نے اہلِ اسلام سے اس امر میں آج تک خلاف نہیں کیا ور مخالف اس کا مبتدع ہے۔" فیض احمد (رسالہ استفتاء التراویح ص۲۲ و ص۲۳ مطبع لطافت آگرہ) اور حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب الثانیؒ طویل بحث کرتے ہوئے اپنے فتوے میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ، مولوی عبدالحی صاحبؒ اور مولوی اسماعیل شہید و مرحوم و مغفور نے بھی کہ اس زمانۂ آخر میں کیسے محیٔ سنت اور قامع بدعت ہوئے ہیں اور از شرق تا غرب اُن کی ہدایت کا نور مثل شمس نصف النہار کے تاباں و درخشاں ہے ایسا کلمہ (کہ بیس ۲۰ رکعت خلاف سُنت ہیں) زبان پر نہ لائے بلکہ خود وہ حضرات عالیات ہمیشہ بیس ۲۰ رکعت پڑھتے تھے۔ نہ کبھی آٹھ رکعت پڑھی نہ اس کا حکم دیا اھ (ص۱۲)

(۳) ہماری دانست کے مطابق خطۂ پنجاب میں سب سے پہلے جن صاحب نے تراویح کے آٹھ ہونے کا فتویٰ دیا ہے وہ مولوی مفتی محمد حسین صاحب بٹالوی گورداسپوری ہیں (اور خیر سے گورداسپور کا ضلع فتنوں کے لیے ایسا زرخیز رہا ہے کہ کسی دوسرے ضلع کو یہ نصیب حاصل نہیں ہو سکا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مسٹر غلام احمد صاحب پرویز، مولوی سردار احمد صاحب لائلپوری، اور سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی، اسی ضلع سے نمودار ہوتے ہیں) جو اس علاقہ کے غیر مقلدین حضرات کے روح رواں تصور ہوتے تھے ان کے فتویٰ کا جواب اگر کوئی حنفی یا مقلد عالم دیتا تو باوجود معقول اور درست ہونے کے کہنے والے اس کو تعصب کی پیداوار کہہ دیتے لیکن پروردگار نے یہ کام ایک اہل حدیث اور غیر مقلد عالم سے لیا یعنی حضرت مولانا غلام رسول صاحبؒ قلعہ میہاں سنگھ

ضلع گوجرانوالہ جن کو غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا چنانچہ الحیات بعد الممات میں ان کے تلامذہ میں ان کا ذکر ہے (ملاحظہ ہو ص۲۹۰) اور تاریخ اہلحدیث ص۴۲۳ میں حضرت میاں صاحبؒ کے تلامذہ میں ان کا نام اس عنوان سے ص۲۱ میں مذکور ہے "مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ۔ جن کا علم عمیق اور تقویٰ وورع مشہور تھا اور انہوں نے انتہائی مدلل طریقہ سے خالص علمی رنگ میں مفتی محمد حسین صاحب کے فتویٰ کا جواب دیا اور اس میں پوری دلسوزی اور ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے اور مفتی صاحب کے بے جا غلو اور تعصب کو طشت ازبام کیا ہے۔ چنانچہ مولانا ایک مقام میں مفتی محمد حسین صاحب کے غلو کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

فعلِ صحابہؓ و تابعینؒ و ائمۂ اربعہؒ و فعلِ سوادِ اعظم مسلمین شرقاً و غرباً از عہدِ عمر فاروقؓ تا ایں وقت ہمہ بیست ۲۰ و سہ ۳ میخوانند بخلاف ایں مفتی غالی کہ بدعت و مخالف سنت میگوید و راہِ افراط می پوید۔

حضرات صحابہ کرامؓ ائمہ اربعہؒ اور مسلمانوں کی عظیم جماعت کا عمل یہ ہے کہ وہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک مشرق و مغرب میں تیئس ۲۳ رکعت ہی پڑھتے رہے بخلاف اس غالی مفتی کے کہ وہ اس کو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور افراط کی راہ پر چلتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے دور سے لے کر ۱۲۹۰ھ تک جس میں مولانا غلام رسول صاحبؒ نے یہ کتاب لکھی ہے۔ مولانا موصوفؒ کے علم میں کوئی بیس ۲۰ رکعت تراویح کے خلاف نہ تھا۔ ور سبھی ۲۰ ہی کو سنت سمجھتے اور ادا کرتے تھے مگر مفتی محمد حسین صاحب اور اسی طرح کے

بعض اور غلو پسند لوگوں نے امت مسلمہ کی وحدت میں افتراق کی راہ پیدا کر دی اور آزادی پسند اور تن آسانی چاہنے والوں کے لیے ایک ایسا چور دروازہ کھول دیا جو دن بدن کشادہ سے کشادہ تر ہوتا جا رہا ہے اور اس کے بند ہونے کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آرہی اور حقیقت یہ ہے کہ جو بھی غلط نظریہ اس دور میں پیش کیا جائے اس کو قبول کرنے والے لپک کر لبیک کہتے ہیں، توحید و سنت کے خلاف شرک و بدعت زوروں پر ہے ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ کا کھلے طور پر انکار ہو رہا ہے۔ بلکہ اس کو الٹا اسلام ثابت کیا جا رہا ہے۔ حدیث شریف کا انکار کیا جا رہا ہے حضرات صحابہ کرام رض پر کھلے بندوں تنقید ہو رہی ہے۔ اجماعی اور اتفاقی مسائل میں شکوک و شبہات پیدا کئے جا رہے ہیں وہ کون سی بدی اور بدعقیدتی ہے جس کو تحریر و تقریر کے زور سے اس پر فتن دور میں پھیلایا نہیں جا رہا فالی اللہ المشتکیٰ - مولانا غلام رسول صاحبؒ ہی ایک اور مقام پر اس غالی مفتی پر تنقید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

واین مفتی بسینہ زوری اعمال متبعان سنت را بدعت میگوید و سواد اعظم را از صحابہ رض و تابعینؒ و ائمہ مجتہدینؒ و علماء شرق و غرب از عہد عمر رض بن الخطاب تا امروز مخالف سنت قرار مے دھد۔

اور یہ مفتی (محمد حسین صاحب) سینہ زوری کے ساتھ سنت کی پیروی کرنے والوں کے عمل کو بدعت کہتا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اور حضرت عمر رض بن الخطاب کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک حضرات صحابہ کرام رض تابعینؒ ائمہ مجتہدینؒ کی عظیم جماعت اور مشرق و

ومغرب کے علماء کے عمل کو مخالف سنت قرار دیتا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کے دل سے خدا خوفی نکل جاتی ہے تو اس کی زبان و قلم میں اتنی اور ایسی بے باکی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جمہور امت تو درکنار حضرات صحابہ کرام رض بلکہ حضرت عمر رض بن الخطاب جیسے خلیفہ راشد کے فعل کو بھی بدعت اور مخالف سنت کہنے سے دریغ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسے بیباک لوگوں کے بدنظریات سے محفوظ رکھے (آمین)

(۴) مولانا غلام رسول صاحبؒ کا رسالہ تراویح جو جناب قاضی امام الدین صاحبؒ اور قاضی ضیاؤ الدین صاحب رح کی کوشش سے ۱۲۹۱ھ میں مطبع محمدی لاہور میں طبع ہوا تھا وہ فارسی زبان میں ہے اس وقت مسلمانوں کی اکثریت فارسی کو اس طرح باسانی سمجھ سکتی تھی جس طرح کہ آج عموماً اردو زبان سمجھی جاتی ہے اور اب بھی اہل علم کے لیے تو ضرورت نہیں کہ اس کا ترجمہ کیا جاتا مگر عامۃ المسلمین کی خاطر اس کا ساتھ ہی اردو میں سلیس اور قدرے آزاد ترجمہ کر دیا گیا ہے تاکہ جہاں خواص اس سے مستفید ہوں وہاں عوام بھی مولانا موصوفؒ کے علمی جواہر ریزوں سے لطف اندوز ہوں، مولانا موصوفؒ نے اپنے رسالہ میں جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے ہم نے اصل کتابوں کے جو دستیاب ہو سکی ہیں حوالے بھی حاشیہ پر درج کر دیئے ہیں تاکہ اہل علم کو تلاش کرنے میں وقت پیش نہ آئے بعض مشکل الفاظ کی تشریح مولانا موصوف رح نے بین السطور درج فرمائی ہے ہم نے وہ بھی باقاعدہ نقل کر دی ہے کہیں بین السطور اور کہیں حاشیہ پر تاکہ

ان کے قلم سے نکلا ہوا کوئی بھی بابرکت جملہ چھوٹنے نہ پائے اور جناب قاضی ضیاؤ الدین صاحبؒ (اور ایک آدھ مقام پر ظفر الدین صاحبؒ) نے مختصر سا حاشیہ بعض مقامات پر لکھا ہے ہم نے وہ بھی بعینہٖ نقل کر کے اس کا ترجمہ بھی اپنی طرف سے ساتھ لکھ دیا ہے تاکہ عوام بھی اس حاشیہ کے مطلب اور مفہوم کو سمجھ سکیں ایک دو مقام پر حاشیہ کچھ ایسے انداز سے ہے کہ معنی خیز معلوم نہیں ہوتا اس کی طرف ترجمہ میں اشارہ کر دیا گیا ہے، اہل علم کے ہاں اگر اس کا کوئی اور معنی ہو یا وہ اس کا بہتر مطلب واضح کر سکیں تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ طبع جدید میں اصلاح کر کے ان کے مشکور ہوں گے۔

⑤ مولانا موصوف رحؒ نے اصولی طور پر تراویح کے بیس۲۰ رکعت ہونے پر ایک دلیل یہ بھی پیش کی ہے کہ حضرت عمر رضؓ کے عہد میں تراویح بیس۲۰ رکعات ہوتی تھیں جیسا کہ امام بیہقی رحؒ نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے اور حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ کے عہد میں بھی بیس۲۰ ہی پڑھی جاتی رہی ہیں اور چونکہ یہ حضرات خلفاء راشدینؓ میں تھے اور اس کی سنت کی پیروی کرنا ہم پر صحیح حدیث کے رُو سے لازم ہے اس لیے بیس۲۰ رکعت تراویح پڑھنے والے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضؓ کی سنت پر عمل کر رہے ہیں اور ان کے علاوہ حضرات صحابہ کرام رضؓ تابعینؒ ائمہ اربعہؒ اور جمہور سلف و خلف کی معیت اس پر مستزاد ہے حضرات خلفاء راشدین رضؓ کی سنت کی پیروی کرنے کی جس حدیث کا حوالہ مولانا موصوف رحؒ نے اجمالاً بیان کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا

ہے کہ ہم اس کی قدرے تفصیل کر دیں۔ حضرت عرباض رضؓ بن ساریہ (المتوفی ۷۵ھ) روایت کرتے ہیں کہ:

صلّٰی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجہہ فوعظنا موعظۃً بلیغۃ ذرفت منہا العیون و وجلت منہا القلوب فقال رجل یا رسول اللہ کأنّ ہٰذہٖ موعظۃ مودّع فاوصنا فقال اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان کان عبدًا حبشیًا فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافًا کثیرًا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بہا وعضّوا علیہا بالنواجذ وایّاکم و محدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ۔

(رواہ احمد جلد ۴ ص۱۲۶ و ابو داؤد جلد ۲ ص۲۷۹ والترمذی ج ۲ ص۹۲ وابن ماجہ ص۵ ج ۱ اذا النہار لم یبدک! الصلوٰۃ)

ایک دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ہمیں (صبح کی) نماز پڑھائی پھر اپنا رُخ مبارک ہماری طرف پھیر کر ہمیں انتہائی مؤثر اور بلیغ وعظ فرمایا جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو بہ پڑے اور دل خوفزدہ ہو گئے اس وقت ایک شخص نے کہا یارسول اللہ گویا یہ رخصت کرنے والے کا وعظ ہے سو آپ ہمیں کچھ وصیت فرمایئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالےٰ سے ڈرنے اور امیر وقت کی (جو مسلمان اور عادل ہو) بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کا تاکیدی حکم دیتا ہوں اگرچہ وہ (کالا کلوٹا) حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا پس تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین رضؓ کی سنت لازم ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔ ان مذکورہ سنن

مشکوٰۃ جلد ۱ ص۲۹ و ص۳۰)

کو تم مضبوطی سے پکڑو اور اس کو اپنی داڑھوں کے نیچے خوب دباؤ اور تم نئے نئے امور سے بچو کیونکہ ہر نئی چیز (جو دین میں نکالی جائے) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ یہ روایت موارد الظمآن ص۵۶ طبع مصر میں بھی ہے اور اس میں صلی بنا رسول اللہ علیہ وسلم الصبح ذات یوم الخ کے الفاظ ہیں اور یہ روایت مستدرک حاکم جلد ۱ ص۹۶ میں بھی موجود ہے امام حاکمؒ اس حدیث کو سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:۔

ھٰذا اسناد صحیح علی شرطھما جمیعًا ولا اعرف لہ علۃ "

یہ سند بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور مجھے اس میں کوئی خرابی معلوم نہیں ہے۔

اور ناقد فن رجال علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں صحیح لیس لہ علۃ کہ یہ حدیث صحیح ہے اس میں کوئی علّت موجود نہیں ہے (تلخیص المستدرک جلد ۱ ص۹۶) اور امام ترمذیؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ھٰذا حدیث حسن صحیح۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قواعد عربی کے لحاظ سے حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کے وجوب اور لزوم اور اس کی مخالفت سے گریز و اجتناب کی جتنی ممکن تعبیریں ہو سکتی تھیں اس حدیث میں صاف طور پر ارشاد فرمادی ہیں مثلاً:۔

(۱) علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء کے جملہ میں آپ نے ان کو خلفاء کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ خلیفہ کا حکم اتنا

ہی واجب الاتباع ہوتا ہے جتنا کہ اصل کا ورنہ خلیفہ ہونے کا مطلب ہی کیا؟ یعنی اتباع اور پیروی کے لحاظ سے جو حکم اصل کا ہے وہی خلیفہ اور نائب کا ہے۔

(۲) آپ نے اس لزوم کو لفظ علیکم سے ادا فرمایا ہے اور یہ لفظ وضعاً لزوم کے لئے آتا ہے گویا آپ نے حضرات خلفاء راشدینؓ کی سنت کو بھی ویسا ہی لازم اور ضروری قرار دیا جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت لازم اور ضروری ہے۔ حافظ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں کہ:۔

علیٰ للاستعلاء حسًّا ومعنًی فہی فی الایجاب حقیقۃ فانہ یعلو المکلف اھ (التحریر فی اصول الفقہ ص۲۰۳ طبع مصر)

یعنی لفظ علیٰ حسًّا و معنًی برتری غلبہ کے لیے آتا ہے پس حقیقۃً وہ ایجاب میں مستعمل ہوتا ہے کیونکہ وہ مکلف پر لازم اور غالب ہوتا ہے۔

اور علامہ صدر الشریعہؒ فرماتے ہیں کہ:۔

علیٰ للاستعلاء ویراد بہ الوجوب فی علی دین لان الدین یعلوہ ویرکبہ، معنًی اھ (التوضیح مع التلویح ص۲۶۷)

لفظ علیٰ استعلاء کے لیے آتا ہے اور علیَّ دین (کہ مجھ پر قرضہ ہے) کے جملہ سے مراد وجوب ہوتی ہے کیونکہ قرض ایسی چیز ہے جو معنیً مقروض پر غلبہ پاتا اور اس پر سوار ہوتا ہے۔

اور مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

فان لفظ علیکم یدل علی اللزوم وضعًا والمعطوف فی حکم المعطوف علیہ لغۃً

اس میں شک نہیں کہ لفظ علیکم وضعًا لزوم پر دلالت کرتا ہے اور معطوف لغت میں معطوف علیہ کے

فثبت به لزوم سنۃ الخلفاء کلزوم سنۃ الرسول صلی اللہ علیہ و سلم فلا یعم التفرقۃ بینھما بالسنیۃ والندب فان المندوب لا یکون لازما۔

(اعلاء السنن جلد ۷، ص۴۵)

حکم میں ہوتا ہے پس اس لفظ سے خلفاء کی سُنّت کا لزوم بھی اسی طرح ثابت ہوا جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّت لازم ہے سو ان دونوں میں سُنّیت اور استحباب کا تفرقہ درست نہیں ہے (کہ آپ کی پیروی تو سنت ہو اور حضرات خلفاء راشدین رض کی مستحب ہو جیسا کہ بعض نے یہ سمجھا اور کہا ہے) کیونکہ مستحب لازم نہیں ہوتا۔

اِن تمام اقتباسات سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ لفظ علیٰ وضعاً لزوم اور وجوب کے لیے آتا ہے تو آپ کی سُنّت کی طرح خلفاء راشدین رض کی سنت بھی لازم ہے۔

③ اور لفظ سُنّت کی الخلفاء کی طرف اضافت ایک الگ قرینہ اور دلیل ہے کہ خلفاء کی سُنّت لازم ہے کیونکہ حضرات صحابہ کرام رض کے باقی احاد و افراد کی اتباع اور پیروی بھی تو ما انا علیہ واصحابی کی حدیث کے پیشِ نظر مامور اور مستحب ہے، اگر سنت خلفاء رض کا بھی یہی مقام اور درجہ ہو۔ تو وجہ تخصیص باقی نہیں رہتی اور خلیفہ کا امتیاز کچھ نظر نہیں آتا حالانکہ یہ صحیح حدیث اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے خلفاء اور غیر خلفاء کا فرق نمایاں اور عیاں کرتی ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

④ اور اس حدیث میں آپ نے خلفاء کو راشدین فرمایا ہے اور روشن بات ہے کہ رُشد اور درست امر کی اتباع لازم ہے اور

اس کے مقابلہ میں جو عمل ہو گا وہ غیر رُشد ہو گا اور جب وہ بھلائی اور رُشد نہ رہا تو اس سے اجتناب لازم اور ضروری ہے۔

⑤ راشدین کے بعد آپ نے مہدیین کا لفظ فرما کر اس بات کو اور مضبوط اور مؤکد کر دیا ہے کہ جب وہ حضرات ہدایت یافتہ ہیں تو ان کی اتباع اور پیروی لازم ہو گی کیونکہ اگر مہدیین کی اتباع لازم نہ ہو تو کس کی اتباع لازم ہو گی؟ اور مہدی وہی ہو سکتا ہے جس کو پروردگار کی طرف سے ہدایت کے بلند و بالا مقام پر فائز کیا گیا ہو گویا انہوں نے یہ مقام از خود حاصل نہیں کیا بلکہ ان کو مرحمت ہوا ہے۔

⑥ اور اس کے بعد آپ نے وتمسکوا بھا ارشاد فرمایا ہے یعنی اپنے کسب و اختیار اور ارادہ سے تم حضرات خلفاء راشدین رض کی سُنّت کو مضبوطی سے تھامو اور پکڑو کیونکہ لفظ تمسک باب تفعّل سے ہے اور باب تفعّل میں اکثر تکلف کا مفہوم ملحوظ ہوتا ہے جو عامل کے کسب و اختیار اور ارادہ پر دلالت کرتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ غیر ارادی اور غیر شعوری طور پر نہیں بلکہ اپنے کسب اور ارادہ کے ساتھ میری سُنّت کی طرح تم میرے خلفاء راشدین رض کی سُنّت کو بھی مضبوطی سے پکڑو اور تھامو۔

⑦ اور پھر مزید تاکید کرتے ہوئے عضوا علیھا بالنواجذ فرمایا کہ میری سُنّت کی طرح میرے خلفاء راشدین رض کی سنت کو بھی اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ نہایت مضبوطی سے پکڑو اور واضح امر ہے کہ جو چیز ڈاڑھوں میں پکڑی جائے گی وہ بنسبت دوسرے دانتوں میں پکڑنے کے زیادہ مضبوط ہو گی اور تمسکوا بھا اور عضوا علیھا بالنواجذ کے دونوں

حکم آنحضرت صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضؓ کی سنت کی طرف یکساں راجع ہیں سو اگر آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی سنت مسلمانوں پر لازم الاتباع ہے تو سنت الخلفاء بھی لازم الاتباع ہی ہوگی کیونکہ جب دونوں کا حکم ایک ہی انداز سے بیان کیا گیا ہے تو پھر بلا کسی قطعی دلیل کے ان میں فرق کرنا بے سود اور لایعنی ہے اور اصول کے لحاظ سے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کا حکم ایک ہوتا ہے۔

(٨) اس حدیث میں آپ نے یہ بھی واضح طور پر فرما دیا کہ جس آدمی کو طویل زندگی حاصل ہوگی اور مرور زمانہ کی وجہ سے دینی اور مذہبی ماحول بدلتا جائے گا تو ایسے شخص کو بکثرت اختلافات نظر آئیں گے اور فرمایا کہ ایسے مواقع پر ہر مسلمان کا اسلامی فریضہ یہ ہے کہ وہ میری اور میرے خلفاء راشدین رضؓ کی سُنّت کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور اسی کی پیروی اور اتباع کرے گویا اختلاف کے موقع پر اور اختلافی اُمور میں مسلمانوں پر آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضؓ کی سُنّت حجت اور معیار ہے۔

(٩) اس حدیث میں آپ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ آپ کی اور آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضؓ کی سُنّت کے مقابلہ میں جو جو اُمور اور جو جو کام رونما ہوں گے وہ خالص بدعت ہوگی اور اسی لیے آپ نے إيّاكم ومحدثات الامور ارشاد فرما کر ایسے اُمور کے ارتکاب سے سختی کے ساتھ نہی فرمائی ہے اس سے یہ بات بھی بالکل آشکارا ہو گئی کہ سُنّت مذکورہ کے برخلاف جو عمل بھی ایجاد کیا جائے گا گو وہ نیک نیتی ہی سے کیوں نہ ہو وہ خالص بدعت ہوگا کہیں کم اور کہیں زیادہ اور ایسے فعل سے ہر مسلمان کا بچنا ضروری ہے۔

(١٠) اور پھر آپ نے محض لفظ بدعت پر ہی اکتفا نہیں کی تاکہ بدعت کے دلدادہ

اور اس کے شیدائی اپنی مرضی سے بدعت کے ساتھ حسنہ کا پیوند لگا کر اس بدعت کی ترویج و اشاعت پر کمربستہ ہو جائیں بلکہ آپ نے ایک دوسری صحیح حدیث میں بدعت کے ساتھ لفظ ضلالہ ارشاد فرما کر بدعت کا سیئہ ضلالت اور گمراہی ہونا متعین فرما دیا ہے تاکہ کسی طرح بھی کسی کو کوئی شبہ پیش نہ آئے اور نہ اس کا موقع مل سکے چنانچہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ عموماً آپ خطبہ میں یہ الفاظ بھی فرمایا کرتے تھے وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة الحديث (مسلم جلد ١ ص٢٨٥) اور بُرے کام وہ ہیں جو (دین میں) نئے نئے پیدا کئے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ایک اور روایت میں اس طرح آتا ہے آپ نے فرمایا کہ :-

وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار الحديث (نسائی جلد ص١٧٩)	اور نئے نئے کام (جو دین میں) گھڑے جائیں وہ بُرے ہیں اور ہر نئی چیز (جو دین میں نکالی جائے) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی (کرنے والا) دوزخ میں ہے

اور وكل ضلالة في النار کے الفاظ کتاب الاسماء والصفات ص٦٤ للبیہقیؒ میں بھی آتے ہیں۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ الحاصل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے مخصوص جوامع الکلم میں اپنی اور اپنے خلفاء راشدین رضؓ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے اور تھامنے کی اور اس کے خلاف اُمور سے گریز و اجتناب کرنے کی جس احسن پیرایہ میں تاکید در تاکید فرمائی ہے عربی کے قواعد کے لحاظ سے اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص حضرات خلفاء راشدین کی سنت سے گریز کرے اور معاذ اللہ تعالیٰ خود اسی سنت کو خلاف سُنّت اور بدعت قرار دے اور اس پر چلنے والوں کو اپنے مشائخ اور بزرگوں کی سنت پر چلنے کا طعنہ دے اور تقلید آباء و اجداد کی چوٹیں کرے تو اس جہان

میں اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ اور اگر وہ حضرات خلفاء راشدین رضؓ کی سنت کو دلیل اور حجت نہ سمجھے تو اس کو کون منوا سکتا ہے؟ کون مسلمان اس کا تصور کر سکتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے قوم کے سامنے براہین و دلائل نہ پیش کیے ہوں گے مگر نہ ماننے والے یہی کہتے رہے ہیں کہ تم ہمارے سامنے کوئی دلیل نہیں پیش کر سکے۔ مثلاً حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کے سامنے جب برہان و دلیل کے ساتھ دعوے پیش کیا تو قوم یہی کہتی رہی کہ:- قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ (پ ۱۲، ہود، رکوع ۵) اے ہود تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آیا۔

اس لیے تعصب اور تن آسانی سے کنارہ کشی اختیار کر کے بنظرِ انصاف جمہور اُمت کا ساتھ دیا جائے کیونکہ حق انہی کے ساتھ ہے اور اُمت کی اکثریت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضؓ کی سُنّت اور جمہور اُمّت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔

اَحقرُ النّاس ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ
وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۲۶ رشعبان ۱۳۸۸ھ ۷ ار نومبر ۱۹۶۸ء بعد از عشاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فتویٰ مولوی محمد حسین صاحب دربابِ عدمِ جواز تراویح بیسؔت رکعت

(مولوی محمد حسین صاحب کا فتویٰ اس بارے میں کہ بیس ۲۰ رکعت تراویح جائز نہیں)

بیسؔت رکعت تراویح کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ابن ابی شیبہؒ اور طبرانیؒ اور بیہقیؒ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیسؔت رکعت پڑھتے سو ضعیف ہے، چنانچہ اقبال کیا اس امر کا حنفیوں نے بھی مثل شیخ ابن ہمامؒ اور عینیؒ اور شیخ عبدالحقؒ اور ملا علی قاریؒ نے اور جو حضرت عمرؓ سے موطا میں روایت ہے کہ ان کے وقت بیسؔت رکعتیں پڑھی گئی ہیں وہ بھی ضعیف ہے اس لیے کہ اس کے راوی یزیدؒ بن رومانؒ نے حضرت عمرؓ کو نہیں پایا اور نہ دیکھا یہ بات کبیری شرح منیۃ المصلی میں دیکھ لے جس کا جی چاہے اور سوائے اس کے کوئی حدیث منتخب ملتزم الصحۃ کی یا منصوص الصحت پائی نہیں جاتی اور ہ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمایا

ہے کہ صحابہ رضہ نے بیسٹ ۲۰ رکعتیں پڑھی وہ بنا بر مشہور روائتوں کے ہے اور ضعیف حدیثوں کو قبول کر کے یہ بات کہی ہے ورنہ درحقیقت صحیح روایت اس باب میں کوئی نہیں پس جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول وفعل کی محبت ہوگی وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فعل پر چلے گا۔ اور جس کو اپنے بزرگوں اور مشائخوں کی زیادہ محبت ہوگی وہ اپنے بزرگوں کے قول وفعل پر چلیگا، ہاں اگر یہ دعوے ہے کہ اُن کا فعل وقول کسی حدیث آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے موافق ہے تو لازم ہے کہ اس حدیث کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حدیث سے پتہ بتلادے ورنہ عاملین سنّت کو معاف فرمادیں اور اگر یہ گمان ہو کہ بیسٹ ۲۰ رکعت پڑھنے والے دونوں فریقین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور اصحاب کی سنت پر چلے تو دفع اس کا یہ ہے کہ ہرگز نہیں جس نے بیسٹ ۲۰ رکعت شفع شفع پڑھی اس نے گیارہ رکعت جو وتر ہے ادا نہ کی اس لیے کہ ہیئت اور صورت کو نماز میں پورا دخل ہے اور وہ اس کا مدار ہے اس واسطے جو شخص مغرب چار رکعتیں پڑھے اس کی نماز مغرب باوجودیکہ چار کے ضمن میں تین موجود ہے ادا نہ ہوئی ایسا ہی جس نے تراویح بیسٹ ۲۰ رکعت پڑھی اس کی گیارہ رکعت مسنون ادا نہ ہوئی واللہ اعلم۔ تمام شد تحریر محمد حسین صاحب مولوی بٹالہ من عینہ۔

الجواب از جامع معقول ومنقول مولوی غلام رسول صاحب رح (اہلحدیث) ساکن قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ غفرُ اللہ لہ'۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

بعد حمدِ خدا و نعتِ رسول بشنو ایں نکتہ را بسمع قبول کہ در ایں اوان سنہ ۱۲۹۰ ہجرت مقدسہ بعضے مردمان در عدد رکعات تراویح کہ باصطلاح اہلحدیث قیام رمضان میگویند اختلاف میکنند چنانچہ فاضلے محققے فتوی نوشتہ کہ سنت یازدہ رکعت است وبحدیث صحیح ہمیں قدر ثابت وآنکہ بیست وسہ ۲۳ رکعت میگذارند سنت ادا نمی شود و ہیچ حدیثے صحیح در ایں باب مروی[1] نیست، لہذا روایتے چند از ثقات[2] نقل کردہ میشود کہ سنت[3] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم ادا میشود وسنت خلفاء راشدین رضہ نیز مع زیادت اجر۔

[1] روایت کردہ شدہ ۱۲
[2] جمع ثقہ بمعنی معتبر ۱۲

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کی حمد اور جناب رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی تعریف کے بعد قبولیت کے کانوں سے یہ نکتہ سُن لو کہ اس زمانہ میں جو ہجرت مقدسہ کے لحاظ سے سنہ ۱۲۹۰ھ ہے بعض آدمی رکعات تراویح میں جن کو اہل حدیث اپنی اصطلاح میں قیام رمضان کہتے ہیں، اختلاف کرتے ہیں چنانچہ ایک فاضل محقق نے فتویٰ لکھا ہے کہ سنت گیارہ رکعات ہیں اور صحیح حدیث سے صرف اسی قدر ثابت ہے اور جو لوگ تیئیس ۲۳ رکعات ادا کرتے ہیں اس سے سنت ادا نہیں ہوتی اور کوئی صحیح حدیث اِس باب میں مروی نہیں ہے لہٰذا ثقہ راویوں سے چند روائیتیں نقل کی جاتی ہیں کہ (بیس ۲۰ رکعت ادا کرنے سے) آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی سنت بھی ادا ہو جاتی ہے اور حضرات خلفاء راشدین رضہ کی سنت بھی اور اس میں اجر بھی زیادہ ہے۔

---

[3] سنت۔ آنست کہ ہمیشگی کرد براں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم مع ترک آں یک بار یا دو بار ۱۲
سنت وہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس پر ہمیشگی کی ہو لیکن ایک یا دو دفعہ اس کو ترک بھی کیا ہو ۱۲

قولہ بیست ۲۰ رکعت تراویح کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن ابی شیبہؒ [۱] اور طبرانی رہ اور بیہقی رہ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیست ۲۰ رکعت پڑھتے سو ضعیف ہے چنانچہ اقبال کیا اس امر کا حنفیوں نے بھی مثل شیخ ابن ہمام رہ اور عینی رہ اور شیخ عبدالحق رہ اور ملا علی قاریؒ کے اقوال خود مفتی مقر است کہ احادیث ضعیفہ [۲] دریں باب موجود اند نہ موضوعہ و جواز عمل بر حدیث ضعیف مجمع علیہ ائمہ اسلام است در فضائل بلکہ بتعدد طرق بمرتبہ حسن [۳] میرسد در لمعات است وچوں حدیث

[۱] حدیث ابن ابی شیبہ ایں است کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر بیہقیؒ ایں را ضعیف گفتہ بعلت آنکہ راوی او ابو شیبہ است حالانکہ ابو شیبہ جد ابن ابی شیبہ آنقدر ضعف ندارد کہ روایت او را مطروح ساختہ شود چنانچہ مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی در فتاویٰ تراویح تحقیق نمودہ ۱۲ محمد ضیاء الدین عفی عنہ ترجمہ:- ابن ابی شیبہ رہ کی حدیث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں جماعت کے بغیر بیس ۲۰ رکعت اور وتر پڑھتے تھے اور بیہقی رہ نے اس کو ضعیف کہا ہے وجہ یہ بیان کی ہے کہ ابن ابی شیبہ رہ کا دادا ابو شیبہ رہ ضعیف ہے حالانکہ ابو شیبہ رہ میں اس قدر ضعف نہیں کہ سرے سے ان کی روایت کو ہی پھینکدیا جائے جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے فتاویٰ میں تراویح کی تحقیق کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے:- یہ عبارت فتاوٰی عزیزی جلد ا ص ۱۱۹ میں اما بیہقی رہ سے شروع ہو کر روایت اور امطروح مطلق ساختہ شود تک چلی جاتی ہے۔

[۲] حدیث ضعیف آنست کہ شروط صحیح یا حسن را جامع نشود ۱۲۔ ترجمہ ضعیف حدیث وہ ہوتی ہے کہ صحیح یا حسن کی شرطوں کو جامع اور شامل نہ ہو۔

[۳] حدیث حسن آنست کہ راوی او متاخر باشد از درجہ حافظ ضابط تاخر یسیر نہ فاحش و نرسد مرتبہ راوی ضعیف فاحش را ۱۲ ظفر الدین عفی عنہ ترجمہ:- یعنی حسن وہ حدیث ہے کہ اس کا راوی حافظ اور ضابط راوی کے درجہ سے تھوڑا سا متاخر ہو نہ یہ کہ زیادہ متاخر ہو۔ اور زیادہ ضعیف راوی کے درجہ کو بھی نہ پہنچا ہو۔

ضعیف بتعدد طرق بمرتبۂ حسن میرسد آں نیز محتج بہ است (حجت گرفتہ شود باد ۱۲) و آنکہ مشہور است کہ حدیث ضعیف در فضائل اعمال معتبر است نہ در غیر آن مفرداتش مراد است نہ مجموع کہ بتعدد طرق داخل حسن است نہ ضعیف صرح بہ الائمۃ انتہیٰ عبارت شیخ عبدالحق در شرح مشکوٰۃ واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال در مختار من عینہ وحال اینکہ ایں احادیث قوۃ یافتہ اند باحادیث صحیحہ دیگر کہ از فعل صحابہ کرام نقل کردہ شود۔

قولہ اور جو حضرت عمر رض سے موطا میں روایت ہے کہ ان کے وقت بیست ۲۰ رکعتیں پڑھی گئی ہے وہ بھی ضعیف ہے اس لیے کہ اس کے راوی یزید رہ بن رومان نے حضرت عمر رض کو نہیں پایا اور نہ دیکھا یہ کبیری شرح منیۃ المصلی میں دیکھ لے جس کا جی چاہے اور سوائے اس کے کوئی حدیث

ترجمہ:- میں کہتا ہوں کہ مفتی خود اقرار کرتا ہے کہ ضعیف حدیثیں اس باب میں موجود ہیں نہ کہ موضوع اور جعلی اور ائمہ اسلام کا فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا اتفاقی اور اجماعی امر ہے بلکہ تعدد طرق کی وجہ سے ایسی روایت حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے لمعات میں ہے کہ جب ضعیف حدیث تعدد طرق کی وجہ سے حسن کے درجہ کو پہنچ جائے تو وہ قابل احتجاج ہے۔ اور جو یہ مشہور ہے کہ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں معتبر ہے نہ غیر میں تو اس سے مراد مفردات ہیں نہ کہ مجموع کیونکہ تعدد طرق کی وجہ سے وہ حسن میں داخل ہے نہ کہ ضعیف میں آئمہ رہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ شیخ عبدالحق رہ کی عبارت شرح مشکوٰۃ میں ختم ہوئی بہر حال رہی موضوع حدیث تو اس پر کسی حالت میں عمل جائز نہیں ہے۔ در مختار میں بعینہ ایسا ہی ہے اور ان احادیث کا حال یہ ہے کہ ان کو دوسری صحیح احادیث سے تقویت حاصل ہے جو حضرات صحابہ کرام رض کے عمل سے نقل کی جائیں گی۔

صحیح کتاب ملتزم الصحۃ کے یا منصوص الصحۃ پائی نہیں جاتی اور جو مولانا شاہ عبدالعزیز[۹] اور شاہ ولی اللہ دہلوی رح نے فرمایا ہے کہ صحابہ رض نے بیس[۲۰] رکعت پڑھی وہ بنا بر مشہور روائتوں کے ہے اور ضعیف حدیثوں کو قبول کر کے یہ بات کہی ہے ورنہ در حقیقت صحیح روایت اس باب میں کوئی نہیں۔

اقوال تصحیح ایں حدیث مرویہ یزید بن رومان رح کہ بشہادت کبیری منقطع گفتہ بود در حدیث صحیح نوشتہ شود

قولہ پس جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل و قول کی محبت ہوگی وہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فعل پر چلے گا اور جس کو

ترجمہ :۔ میں کہتا ہوں کہ یزید رح بن رومان رح کی اس حدیث کی تصحیح جس کو کبیری کے حوالہ سے منقطع کہا گیا ہے وہ اور صحیح حدیثوں کے ساتھ بیان کی جائے گی۔

لہ قولہ صحیح الخ حدیث صحیح آنست کہ بنقل عادل تام الضبط باشد و معلول و شاذ نہ باشد ویں را صحیح لذاتہ گویند و اگر ایں صفات اعلیٰ را شامل نباشد لکن یافتہ شود کہ جبر ایں نقصان کند پس آنہم صحیح است لکن لا لذاتہ وایں را صحیح لغیرہ گویند بسبب نبودن صحت او بذاتہ و عدم شمول او صفات اعلیٰ مقبول را بلکہ صحت او بغیرہ است مثل کثرۃ طرق ۱۲ ظفر الدین عفرلہ۔ **ترجمہ :۔** صحیح حدیث وہ ہوتی ہے جس کو عادل اور تام الضبط راوی نقل کرے اور اس میں کوئی علت بھی نہ ہو اور وہ شاذ بھی نہ ہو اور اس کو صحیح لذاتہ کہتے ہیں اور اگر حدیث ان اعلیٰ صفات پر تو مشتمل نہ ہو لیکن اس کے نقصان کو پورا کرنے کے لیے کوئی چیز موجود ہو تو اس کو بھی صحیح کہتے ہیں لیکن صحیح لذاتہ نہیں بلکہ صحیح لغیرہ اس لیے کہ اس کی صحت لذاتہ نہیں ہے اور مقبولیت کی اعلیٰ صفات بھی اس میں موجود نہیں ہیں اس کی صحت غیر کی وجہ سے ہے جیسے کثرت طرق۔

اپنے بزرگوں[لہ] اور مشائخوں کی زیادہ محبت ہوگی وہ اپنے بزرگوں کے قول و فعل پر چلے گا۔

اقوال بمقتضائے حدیث لن یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (رواہ البخاری ومسلم ۱۲) ہمیں علامت زیادہ محبت آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم کہ اتباع سنت خلفاء الراشدین او ہم میگذاریم و تاکید تمسکوا بہا و عضوا علیہا بالنواجذ نصب العین داریم نہ کہ از کم ہمتی بر یازدہ رکعت اقتصار نمودہ فعل صحابہ کرام رض بدعت مقرر کنیم و بر اجماع ایشاں قدح نمائیم و بیست و سہ[۲۳] رکعت خوانندگان را تعریض کنیم بفعل مشرکین و بتقلید آباء و اجداد عامل قرار دہیم و متمسک ما دریں باب اولاً احادیث نبویہ است صلی اللہ علیہ وسلم کہ در فضائل عمل

لہ صاحب جامع ترمذی کہ نزد مفتی صاحب ہم ثقہ است در ترمذی گفتہ کہ عمل اکثر صحابہ رض از عمر رض و علی رض و غیرہما بیست[۲۰] رکعت است وایں جا ایں مفتی بیست[۲۰] رکعت را خلاف محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قرار دادہ تعریض بتقلید مشائخ فرمودہ فافہم ۱۲ حررہ مسکین ضیاء الدین ساکن کوٹ قاضی محمد جان عفرلہ فقط۔ **ترجمہ :** جامع ترمذی کے مصنف نے جو مفتی صاحب کے نزدیک بھی ثقہ ہیں ترمذی میں فرمایا ہے کہ اکثر حضرات صحابہ کرام رض کا جیسے حضرت عمر رض اور حضرت علی رض وغیرہ کا عمل بیس[۲۰] رکعت تراویح ہی پر تھا۔ اور اس جگہ مفتی صاحب بیس[۲۰] رکعت تراویح کو آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی محبت کے خلاف قرار دیتے ہیں اور بزرگوں کی تقلید کی طرف تعریض کرتے ہیں (یعنی بیس[۲۰] رکعت تراویح پڑھنے والے اپنے بزرگوں کی تقلید کی وجہ سے پڑھتے ہیں) اس کو خوب سمجھ لو۔ حضرت امام ترمذی رح کی جس عبارت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ جلد اول ص[۹۹] پر اس طرح ہے۔ واکثر اہل العلم علیٰ ما روی عن علی و عمر وغیرہما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی و ھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ الخ۔ صفدر

بر آنہا مجمع علیہ است وثانیاً[۲] فعل صحابہ رضہ وتابعین رح وائمہ اربعہ رح وفعل سواد اعظم مسلمین شرقاً وغرباً از عہد عمر فاروق رضہ تا ایں وقت ہمہ بیست[۲۳] وسہ میخوانند بخلاف ایں مفتیٔ غالی[بیجا ور کنندہ ۱۲] کہ بدعت ومخالف سنت میگوید وراہ افراط[از حد درگذشتن ۱۲] می پوید۔

قولہ اگر یہ دعوٰی ہے کہ ان کا فعل و قول موافق کسی حدیث آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ہے تو لازم ہے کہ اس حدیث کا پتہ بتلاویں

ترجمہ:- میں یا کہتا ہوں کہ اس حدیث کے مطابق جس میں آتا ہے کہ تم میں سے ہرگز کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم) اس کے ہاں باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں یہی علامت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے زیادہ محبت کی ہے کہ ہم آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضہ کی سنت کی پیروی بھی کریں اور تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (یعنی ان کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کو ڈاڑھوں سے مضبوط کرو) کو آنکھوں کے سامنے رکھیں نہ یہ کہ ہم کم ہمتی کی وجہ سے صرف گیارہ[۱۱] رکعات پر اکتفا کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرام رضہ کے عمل کو بدعت قرار دیں اور ان کے اجماع پر طعن کریں اور تیئیس رکعات پڑھنے والوں پر فعل مشرکین اور اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرنے کی چوٹ کریں اور اس باب میں ہماری پہلی دلیل آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلّم کی حدیثیں ہیں کہ فضائل اعمال میں ان پر عمل کرنا اجماعی امر ہے اور دوسری[۲] دلیل حضرات صحابہ کرام رضہ اور تابعین رح اور آئمہ اربعہ اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کا عمل ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے لے کر اس وقت تک مشرق و مغرب میں جاری ہے کہ وہ تیئیس[۲۳] رکعت ہی پڑھتے رہے ہیں بخلاف اس غالی مفتی (مولوی محمد حسین بٹالوی) کے کہ وہ اس کو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور افراط کی راہ پر چلتا ہے۔
(معاذ اللہ تعالیٰ)

ورنہ عاملین سنت کو معاف فرماویں۔

اقول حدیث صحیح ایں است کہ متمسک ما است عليكم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهديين تمسكوا بها وعضوا[العض گزیدن ۱۲] علیها بالنواجذ[منتخب ۱۲] رواه احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجه **وآنچہ برائے معافی متبعان سنت نوشتہ عجب است کہ خوانندگان بیست رکعۃ را مطعون ومتہم ببدعت وتقلید آباء میکند ومعافی از دیگراں میخواہند۔**

قولہ اگر یہ گمان ہو کہ بیس[۲۰] رکعت پڑھنے والے دونوں فریقین یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم اور اصحاب رضہ کی سنت پر چلے تو دفع اس کا یہ ہے کہ ہرگز نہیں جس نے بیس[۲۰] رکعت شفع شفع پڑھی اس نے گیارہ[۱۱] رکعت جو وتر ہے ادا نہ کی اس لیے کہ ہیئت اور صورت کو نماز میں پورا دخل ہے اور وہ اس کا مدار ہے اس واسطے جو شخص مغرب کی چار رکعتیں پڑھے اس کی مغرب باوجودیکہ چار کے ضمن میں تین موجود ہیں ادا نہ ہوئی ایسا ہی جس نے تراویح بیس[۲۰] رکعت پڑھی اس کی گیارہ[۱۱] رکعت مسنون ادا نہ ہوئی۔

اقول ہمیں دعوئے ما است کہ یقیناً یازدہ[۱۱] سنت مؤکدہ نبویہ علیہ

ترجمہ:- میں کہتا ہوں کہ ہماری دلیل یہ صحیح حدیث ہے (جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمائی ہے) کہ تم پر میری اور خلفاء راشدین رضہ کی سنت لازم ہے جو ہدایت یافتہ ہیں اس کو مضبوطی سے پکڑو اور ڈاڑھوں کے نیچے دباؤ امام احمد رح، امام ابو داؤد رح امام ترمذی رح اور امام ابن ماجہ رح نے اس کو روایت کیا ہے رہا سنت کی پیروی کرنے والوں سے معافی مانگنے کا معاملہ (ملکہ مسخرہ) جیسا کہ آپ نے لکھا ہے تو یہ نہایت انوکھی بات ہے اس لیے کہ آپ بیس رکعت پڑھنے والوں پر تو بدعت کے ارتکاب کا اتہام لگاتے اور تقلید آباء کا طعنہ دیتے ہیں اور معافی (مسخروں کی طرح) دوسروں سے چاہتے ہیں۔

الصلوٰة والتحیۃ ادا کردیم دوازدہ۱۲ رکعت مستحب معمولہ صحابہ رضی اللہ عنہم
خواندیم و بر حدیث علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین عامل شدیم
و برائے شہادت عبارت مسوّی شرح موطأ تصنیف شاہ ولی اللہ
نوشتہ میشود۔

اوّل باب قیام رمضان بإحدی عشرۃ رکعۃ مع طول القراءۃ
مالک عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی سلمۃ
بن عبد الرحمٰن بن عوف انہ سأل عائشۃ زوج النبی صلی اللہ
علیہ وسلم کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:- "میں کہتا ہوں کہ یہی دعوے ہمارا ہے کہ یقیناً گیارہ رکعات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت موکدہ ہے جس کو ہم ادا کرتے ہیں اور بارہ۱۲ رکعتیں مستحب ہیں جن کو ہم اس لیے ادا کرتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نے ادا کی تھیں اور علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کی حدیث پر ہم (بحمد اللہ تعالےٰ) عامل ہیں اور اس کی شہادت کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تصنیف مسوّی شرح موطا (امام مالکؒ) کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔"

——— پہلا باب لمبی قرآت کے ساتھ رمضان مبارک میں گیارہ رکعتوں کے ساتھ قیام کرنا امام مالکؒ سعیدؒ بن ابی سعیدؒ المقبریؒ سے روایت کرتے ہیں وہ ابو سلمہؒ بن عبد الرحمٰن رضؓ بن عوف سے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضؓ سے سوال کیا کہ رمضان میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کس طرح ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعات پڑھتے تھے تو اُن کے حسن اور لمبائی کا سوال نہ کر پھر چار پڑھتے تھے تو اُن کے حسن وطول کا سوال نہ کر۔

فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا غیرہ علی احدی
عشرۃ رکعۃ یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی
اربعاً فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلثاً قالت عائشۃ
فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان
عینیّ تنامان ولا ینام قلبی، حدیث دوم۲ این است مالک عن
عبد اللہ بن ابی بکر انہ قال سمعت ابی یقول کنا ننصرف فی
رمضان فنستعجل الخدم بالطعام مخافۃ الفجر حدیث سوم۳ این است
مالک عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انہ قال امر
عمر بن الخطاب أبی بن کعب وتمیم الداری ان یقوما للناس

ترجمہ:- پھر تین (وتر) پڑھتے تھے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ سے سوال کیا یا رسول اللہ کیا آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ بیشک میری دونوں آنکھیں تو سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ امام مالکؒ عبد اللہؒ بن ابی بکرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ ہم رمضان میں جب تراویح سے فارغ ہوتے تو خادموں سے کھانا لانے کی جلدی کرتے طلوع فجر کے ڈر سے۔ تیسری حدیث یہ ہے امام مالکؒ محمدؒ بن یوسفؒ سے اور وہ حضرت سائبؓ بن یزید رضؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ نے حضرت اُبی رضؓ بن کعب اور حضرت تمیم داری رضؓ کو حکم دیا کہ وہ گیارہ رکعتیں پڑھائیں اور امام سو سو آیتوں والی سورتیں پڑھتا تھا۔ حتیٰ کہ ہم لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پہ ٹیک لگایا کرتے تھے اور ہم طلوع فجر کے اوائل میں ہی فارغ ہوتے تھے، اور اس باب کے آخر میں (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحؒ نے) فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ امام احمدؒ بن حنبلؒ نے گیارہ اور تیئس۲۳ میں اختیار دیا ہے۔ ان کی عبارت ختم ہوئی۔

باحدی عشر رکعة وکان القاری الامام ۱۲ یقرأ بالمئین بمائة ۱۲ حتی نعتمد علی العصی من طول القیام وما کنا ننصرف الا فی فروع الفجر ودر آخر ایں باب فرمودہ وقلت خیر احمد بین احدی عشرۃ وثلاث وعشرین انتھی الباب دوم باب قیام رمضان بثلاث وعشرین رکعة مع طول القرأۃ حدیث اول مالك عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث

ترجمہ :- دوسرا باب لمبی قرأت کے ساتھ رمضان مبارک میں تیئس ۲۳ رکعات پڑھنے کے بارے میں پہلی حدیث امام مالکؒ یزیدؒ بن رومان رح سے روایت کرتے ہیں۔

لہ فی کل رکعة سورۃ مشتملة علی مائة آیة فصاعدا ۱۲ ترجمہ یعنی ہر رکعت میں ایسی سورت پڑھتے تھے جو سو یا اس سے زیادہ آیتوں پر مشتمل ہوتی تھی۔

لہ علم ان الاتکاء جائز فی صلوۃ النفل ۱۲ ترجمہ اس سے معلوم ہوا کہ نفلی نماز میں ٹیک لگانا جائز ہے

سہ ای اوائلہ وفرع کل شئی اعلاہ ۱ انتھی ۱۲ طس۔ ترجمہ :- فروع الفجر سے طلوع فجر کا ابتدائی حصہ مراد ہے اور فرع ہر چیز کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں (جیسے مثلاً درخت کی شاخیں کیونکہ وہ عموماً دیکھنے میں پہلے نظر آتی ہیں - اسی طرح دن کے شروع ہونے سے پہلے اس کے آثار نظر آتے ہیں جو بمنزلہ شاخوں کے ہیں۔ مصنف)

سکہ امام احمدؒ بن حنبل رح کے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ تراویح بیس ۲۰ رکعت ہیں چنانچہ حضرات حنابلہ رح کی معتبر کتاب میں ہے۔

والمختار عند ابی عبد الله رحمه الله فیها عشرون رکعة وبهذا قال الثوری وابو حنیفة والشافعی وقال مالك ستة وثلاثون اھ

(مغنی ابن قدامہ جلد ۱ صـ۸۰۳)

امام ابو عبداللہ یعنی احمدؒ بن حنبل رح کے نزدیک تراویح میں مختار بات یہ ہے کہ وہ بیس ۲۰ رکعات ہیں اور اسی کے امام سفیان ثوری رح، امام ابوحنیفہ رح اور امام شافعی رح قائل ہیں اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ تراویح چھتیس ۳۶ رکعات ہیں ۱۲ - مصنف

وعشرین رکعة حدیث دوم مالك عن داؤد بن الحصین انه سمع الاعرج یقول ما ادرکت الناس الا وهم یلعنون الکفرۃ فی رمضان قال وکان القاری یقوم بسورۃ البقرۃ فی ثمانی رکعات فاذا قام بها فی اثنتی عشرۃ رکعة رأی الناس انه قد خفف و در آخر ایں باب مرقوم است قلت هو مذهب الشافعیة والحنفیة عشرون رکعة تراویح وثلاث وتر عند الفریقین هکذا قال المحلی عن البیهقی (مسوی ومصفی صـ۱۷۴ صفحہ)

ترجمہ :- وہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رمضان میں تیئیس ۲۳ رکعت پڑھتے تھے۔ دوسری ۲ حدیث امام مالکؒ داؤدؒ بن حصینؒ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے اعرجؒ سے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو نہیں دیکھا مگر اس حالت میں کہ وہ رمضان میں کافروں پر لعنت کیا کرتے تھے اور امام سورۂ بقرہ آٹھ رکعتوں میں پڑھ لیتا تھا لیکن جب وہ اس کو بارہ ۱۲ رکعات میں پڑھتا تو لوگ یہ خیال کرتے کہ تخفیف کی گئی ہے اور اس باب کے آخر میں لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ شوافع رح اور احناف کا یہی مذہب ہے کہ دونوں گروہوں کے نزدیک بیس ۲۰ تراویح اور تین وتر ہیں اسی طرح محلیؒ نے بیہقی رح سے نقل کیا ہے پس باب اوّل کی حدیثوں کی صحت کے خود مفتی (محمد حسین صاحب) قائل ہیں کہ امام احمد رح نے اس کو اختیار کیا ہے اور ان کو دوسرے باب کی حدیثوں کے برابر اور مساوی رکھا ہے اور دوسرے باب کی حدیثوں میں ایک اعرجؒ کی حدیث ہے جو معتبر تابعی تھے۔

سلہ فاعل رأی وانه قد خفف مفعوله الاول والثانی محذوف او استغنی بان مابعدها من المفعولین انتھی ۱۲ س۔ یعنی لفظ الناس رأی کا فاعل ہے اور انه خفف کا جملہ اس کا پہلا مفعول ہے اور اس کا دوسرا مفعول محذوف ہے۔ یا یہ اس سے مستغنی ہے اور اس کے مابعد والا جملہ دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔

پس احادیث باب اول خود مفتی لصحت آنہا قائل است کہ امام احمد بن حنبل مختار کردہ وشانی برابر نہادہ و احادیث باب دویم یکے حدیث اعرج است کہ تابعی معتبر است و روایات دیگر ہم از و در موطا منقول است واز و مفتی اغماض نمودہ کہ مخالف مدعائے اوست وشافعیہ وحنفیہ ہمیں را ترجیح دادہ اند اما حدیث یزید بن رومان قابل تحقیق است پس آنچہ مفتی سند کبیری در منقطع بودن ایں حدیث منظور داشتہ ومصنف را ثقہ انگاشتہ اگر شتر مرغی نکند بعض مسائل دیگر ہم از و نقل کردہ میشود ھذہ عبارتہ علم من ھذہ المسئلۃ ان التراویح عندنا عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات وھو مذھب الجمھور وعند مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ست وثلاثون رکعۃ احتجاجا بعمل اھل المدینۃ وللجمھور ما رواہ البیہقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علیٰ عھد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعشرین رکعۃ وعلیٰ عھد عثمان رضؓ وعلیؓ

اور وفنے حجت گرفتن ۱۲

ترجمہ: اور ان سے اور روایات بھی موطأ میں منقول ہیں اور مفتی صاحب نے ان سے آنکھیں بند کر لی ہیں کیونکہ وہ ان کے دعوے کے خلاف ہیں اور شوافع و احناف نے اسی کو ترجیح دی ہے (کہ تراویح متعین طور پر بیس[۲۰] ہی ہیں)۔ رہا حضرت یزیدؒ بن رومانؒ کی حدیث کا معاملہ تو وہ قابلِ تحقیق ہے سو جو کچھ مفتی صاحب نے کہا ہے کہ کبیری کی سند منقطع ہے اور اس کو منظور کر لیا ہے اور کبیری کے مصنف کو ثقہ شمار کیا ہے تو اگر وہ شتر مرغ کی عادت نہ اختیار کریں (کہ وہ شکاریوں کو دیکھ کر یا تو بھاگ جاتا ہے، اور اگر قاصر رہا تو آنکھیں بند کر لیتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا) تو کبیری سے بعض مسائل اور بھی عرض کئے جاتے ہیں سو ان کی عبارت (کا معنیٰ) یہ ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تراویح ہمارے نزدیک دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعات ہیں اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک

مثلاً وفی الموطأ عن یزید بن رومان قال کان الناس فی زمان عمرؓ یقومون فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ وفی المغنی عن علی کرم اللہ وجھہ انہ اَمَرَ رجلاً ان یصلی بھم فی رمضان بعشرین رکعۃ قال وھذا کالاجماع قال البیہقی رح والثلاث فی حدیث یزید بن رومان ھی الوتر ولکنہ لم یدرک عمر رضی اللہ عنہ فیکون منقطعا وھو حجۃ عندنا وعند مالکؒ وما احتج بہ

ترجمہ: چھتیس[۳۶] رکعات ہیں کیونکہ وہ اہل مدینہ کے عمل سے حجت پکڑتے ہیں اور جمہور کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام بیہقی رح نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سائبؓ بن یزیدؓ سے روایت کیا ہے کہ لوگ حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں بیس[۲۰] رکعت ادا کرتے تھے اور حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ کے دور میں بھی اتنی ہی پڑھتے تھے اور موطأ میں یزید رح بن رومان رح سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں رمضان میں تیئس[۲۳] رکعات پڑھتے تھے (مغنی جلد ۱ ص ۸۰۳)

---

[۱] امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ حضرات تابعین ؒ سب کے سب اس امر پر متفق تھے کہ مرسل قابل احتجاج ہے، تابعین ؒ سے لے کر دوسری صدی کے آخر تک مرسل کے قبول کرنے کا ائمہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا (تدریب الراوی ص ۱۲۰ طبع مصر) امام سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ اور اوزاعیؒ اس سے احتجاج کرتے تھے (توجیہ النظر ص ۲۴۵) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہ رح، امام احمدؒ اور اکثر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ مرسل قابل احتجاج ہے اور امام شافعی رح کا یہ مذہب ہے کہ اگر مرسل کے ساتھ کوئی تقویت کی چیز مل جائے تو وہ حجت ہوگا۔ مثلاً یہ کہ وہ مسنداً بھی مروی ہو یا دوسرے طریق سے وہ مرسلاً روایت کیا گیا ہو یا بعض صحابہ کرام رضؓ یا اکثر علماء نے اس پر عمل کیا ہو (مقدمہ شرح مسلم ص ۱۷) اور اس روایت میں بحمد اللہ تعالیٰ حضرت امام شافعی رح کی بیان کردہ تمام شرطیں پائی جاتی ہیں پھر اس کے حجت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ صفدر

من عمل اهل المدينة ليس بحجة[1] لانهم يصلون فرادیٰ فرادیٰ بين كل ترويحتين اربع ركعات فى مقابلة طواف اهل مكة أسبوعا بين كل ترويحتين انتهىٰ ازیں عبارت کبیری چند چیز مستفاد شد یکے[1] آنکہ بلیست[23] وسہ رکعت مذہب جمہور[2] است دویم آنکہ سند جمہور حدیث سائب بن یزید است و بروایت بیہقی[3] سیوم آنکہ اسنادش صحیح است چہارم[4] آنکہ معمول عہد حضرت عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ

---

[1] یہ ساری عبارت کبیری طبع رحیمیہ دیوبند ص۳۸۷ اور ص۳۸۸ میں موجود ہے مگر اس میں لفظ فرادیٰ ایک ہی دفعہ ہے مکرر نہیں۔ صفدر

سبحان اللہ چوں حضرت مفتی قرار داد سواد اعظم را در سواد دیدۂ خود جائے ندیدہ و مذہب جمہور را چوں بازیچۂ طفلاں ہم نہ پسندیدہ پس چہ الزام خواہد داد شخصے را کہ چوں کمال الدین ابن ہمام با صحیت صحاح ستہ و تقدیم آنہا بر بیہقی وغیرہ کتب احادیث قائل نخواہد شد بلکہ دریں مسئلہ روایت بیہقی کہ صاحب کبیری صحیح الاسناد گفتہ راجح خواہد دانست سوائے اینکہ آں کوزہ بدست خود شکست پس باقی نماند مگر خود رائی و خود ستائی وقتیکہ ہر کس را اختیار حاصل است باز ایں تشدید بر یازدہ از چیست ؟ و تعریض بر بیست[20] بتقلید آباد از کیست[۲۱]

محمد ضیاء الدین قاضی عفی عنہ

یعنی سبحان اللہ جب جناب مفتی (محمد حسین) صاحب نے مسلمانوں کی عظیم جماعت کے عمل کے لیے اپنی آنکھ کی پتلی میں جگہ نہ دیکھی اور جمہور کے مذہب کو بچوں کے کھیل کی طرح پسند بھی نہ کیا تو ایسے شخص پر کیا الزام عائد کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ کمال الدین ابن ہمام ؒ کہ باوجود صحاح ستہ کے صحیح ترین ہونے اور ان کے بیہقی وغیرہ کتب احادیث پر مقدم ہونے کے (ان کی ظاہری مراد کے) قائل نہ ہوئے بلکہ اس مسئلہ میں بیہقی کی روایت کو جس کو صاحب کبیری نے صحیح الاسناد کہا ہے انہوں نے راجح سمجھا ہے۔ سوائے اس کے کہ اس شخص کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ جمہور کا مخالف ہے جب اس

(باقی حاشیہ ۳۷ پر)

مرتضیٰ ہمیں است پنجم[5] آنکہ کالاجماع است ششم[6] آنکہ حدیث یزید بن رومان ہر چند منقطع نوشتہ اند اما نزد حنفیہ و مالکؒ حجت قرار دادہ ہفتم آنکہ سند امام مالک در بست[20] و ثلاثین عمل اہل مدینہ نوشتہ و در دراسات اللبیب ص۳۴۷ مرقوم است ان عمل اهل المدينة المطهرة حجة من اقوى الحجج عند نا ونرى الامر فيما طريقه النقل من ذالك على

ترجمہ:- اور اسی طرح شرح مقنع جلد ۱ ص۵۱ صفدر) میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس[20] رکعات پڑھائے اور فرماتے ہیں کہ یہ تو اجماع کی طرح ہے، امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ زیدؒ بن رومانؒ کی روایت میں تین وتر ہیں لیکن انہوں نے حضرت عمرؓ کو نہیں دیکھا تو یہ روایت منقطع ہوگی لیکن وہ ہمارے نزدیک اور امام مالکؒ کے نزدیک حجت ہے اور انہوں نے اہل مدینہ کے عمل سے جو احتجاج کیا ہے وہ حجت درست نہیں ہے کیونکہ اہل مکہ ہر چار رکعت کے بعد کعبہ مکرمہ کا سات مرتبہ طواف کرتے تھے اور ان کے مقابلہ میں اہل مدینہ

(صفحہ ۳۶ کا بقیہ حاشیہ) شخص نے یہ لوٹا اپنے ہاتھ سے توڑ دیا تو پھر بغیر تکبر و نخوت کے اور کیا رہ جاتا ہے؟ جب کہ ہر آدمی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ جو چاہے کرے پھر گیارہ رکعات پر یہ تشدید کس وجہ سے ہے؟ اور بیس[20] رکعت پڑھنے والوں پر تقلید آبا کی تعریض کس بنا پر ہے؟

[3] بیہق بفتح اول و ثالث شہریست نزدیک نیشاپور و گویند کہ بیہق کہ سبزہ زار است و موضعے است نزد قومس ۱۲ :- ترجمہ: لفظ بیہق پہلے اور تیسرے حرف کے فتحہ کے ساتھ ایک شہر کا نام ہے جو نیشاپور کے قریب ہے اور (بعض کہتے) ہیں کہ بیہق سبزہ زار کے معنی میں ہے اور قومس کے پاس کوئی جگہ ہے۔

(نوٹ) یہ حاشیہ بین السطور اور باریک حروف میں ہے اور صاف بھی نہیں اس لیے یہ لفظ قومس ہی پڑھا جا سکتا ہے۔ صفدر)

مایری الامام الاکبر عالم المدینة مالك بن انس الاصبحی من ان اجتماع اهل المدینة حجة حتیٰ انه عولت علماء مذهبه فی ارسال[1] الیدین حالة القیام فی الصلوٰة علیٰ عمل اهلها مع وجود المرفوع الصحیح فی قبض

ترجمہ :- ہر چار رکعت کے بعد انفرادی طور پر چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ان کی عبارت ختم ہوئی۔ کبیری کی اس عبارت سے چند فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ تیئیس ۲۳ رکعت جمہور کا مذہب ہے۔ دوسرا[2] یہ کہ جمہور کی دلیل حضرت سائبؓ بن یزیدؒ کی حدیث ہے جس کو امام بیہقیؒ نے روایت کیا ہے تیسرا یہ ہے کہ اس کی سند صحیح ہے چوتھا یہ ہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں اسی پر عمل ہوتا رہا ہے پانچواں[۵] یہ ہے کہ یہ عمل گویا اجماعی ہے

[1] قولہ ارسال الیدین الخ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز میں بایاں ہاتھ دائیں پر رکھا تھا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ نے میرا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا (ابوداؤد جلد ۱ ص۱۱۱) حضرت ابن الزبیرؓ نے فرمایا کہ (نماز میں) ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا سنت ہے (ایضاً) حافظ ابن القیمؒ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں ثم یضع الیمنیٰ علیٰ ظهر الیسریٰ (زاد المعاد جلد ۱ ص۱۱) پھر آپ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے اور حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ سنت صحیحہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو ناف سے نیچے باندھنا چاہیے اور حضرت علیؓ کی حدیث اس میں صحیح ہے، اور سینہ پر ہاتھ باندھنا سنت سے ممنوع ہے۔ الخ بدائع الفوائد جلد ۳ ص۹۱) حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ وہ فرضی نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ فرماتے تھے اور نفلی میں اجازت دیتے تھے (بدایۃ المجتہد جلد ۱ ص۱۳۲) لیکن ابن عبد البر مالکیؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ باندھنے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی اختلاف ثابت نہیں اور یہی جمہور حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ کا قول ہے اور امام مالکؒ سے یہی نقل کیا ہے کہ ہاتھ باندھنے چاہئیں، اور امام مالکؒ سے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی روایات بھی آتی ہے۔ اب اکثر مالکیوں کا عمل اسی پر ہے (بحوالہ سبل السلام جلد ۱ ص۲۶۰ صفدر)

الیمنیٰ علیٰ الیسریٰ وحملوه علیٰ الحاجة عند طول القیام انتهیٰ معنیٰ ...ربن، ہفت فوائد اعراض نمودہ کلمۂ مفید مطلب خود گرفتہ اما اینجا سوالے است جواب طلب کہ سائب بن زید کہ در ثقہ بودن او قیل و قالے نیست در[۲] حدیث متعارض از و منقول است یکے[۱] آنکہ از موطاً نقل شدہ ...ہ حضرت عمرؓ باقامت یازدہ رکعت بابی و تمیم داری امر فرمودہ دوم[۲] ایں حدیث بیہقی برائے بیست و سہ ۲۳ رکعت آوردہ عمل بکدام کردہ آید جوابش خود

ترجمہ :- چھٹا یہ کہ حدیث حضرت یزیدؒ بن رومانؒ کو اگرچہ منقطع لکھا گیا ہے مگر وہ حنفیوں اور امام مالکؒ کے نزدیک حجت ہے ساتواں یہ کہ امام مالکؒ کی دلیل چھتیس ۳۶ رکعت کے بارے میں اہل مدینہ کا عمل لکھا ہے اور دراسات اللبیب ص۲۴۰ میں مرقوم ہے کہ مدینہ مطہرہ کے باشندوں کا عمل ہمارے نزدیک قوی ترین حجتوں میں سے ہے اور مدینہ کے بڑے امام اور عالم حضرت امام مالکؒ کی طرح ہم بھی نقلی امور میں اہل مدینہ کے عمل کو جس پر وہ مجتمع ہوں حجت سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرات مالکیہؒ نے باوجود صحیح اور مرفوع حدیث کے موجود ہونے کے جس میں نماز کے اندر دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنے کا ثبوت ہے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کو ترجیح دی ہے اور انہوں نے مرفوع حدیث کو طول قیام کی ضرورت پر محمول کیا ہے مفتی (محمد حسین) صاحب نے ان سات فائدوں سے اعراض کرتے ہوئے صرف مفید مطلب کلمہ لے لیا ہے۔ اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے جو جواب طلب ہے، وہ یہ کہ سائبؓ بن یزیدؓ کے ثقہ (بلکہ وہ تو ...ے صحابہ میں شمار تھے تدریب ص۲۳۶ طبع مصر۔ صفدر) ہونے میں کوئی قیل و ...ل نہیں ہے لیکن ان سے دو نقل کی ہوئی حدیثوں میں تعارض ہے۔

[۵] یہ روایت سنن الکبریٰ جلد ۲ ص۴۹۶ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن میں موجود ہے ...کے سب راوی ثقہ ہیں ۱۲ صفدر)

صاحب محلی از بیہقی قلمے فرمودہ ولا ینافیہ الروایۃ السابقۃ فانہ وقع اولا ثم استقر[1] الامر علی العشرین فروی البیہقی باسناد صحیح انہم یقومون فی عہد عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ مثلہ۔ باقی آنکہ روایت مؤطاؒ از طبقۂ اولیٰ است و روایت بیہقی از طبقۂ ثالثہ پس در قوّت برابر نباشد جواب در حجۃ (تصنیف شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ رحمۃ اللہ العلی ۱۲) اللہ البالغہ در حق طبقۂ ثالثہ فرمودہ فلا یباشر ھا للعمل علیہ والقول بہ الا النحاریر الجہابذۃ الذین یحفظون اسماء الرجال و علل الاحادیث انتہی (جمع تحریر بحر عالم ماہر ۱۲)۔ پس ہر گاہ ابن عبد البرؒ و ولی اللہ الدہلوی و عبد الحق و صاحب کبیری اسناد بیہقی را صحیح خوانند و جمہور دلیل مذہب خود ہمیں مے آرند و بلفظ اسناد صحیح تخصیص میکنند پس در صحت و قوّت زیادت از حدیث مؤطا است کہ مثبت زیادت

ترجمہ:۔ ایک یہ حدیث ہے جو موطاؒ (امام مالکؒ) میں آتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت اُبیؓ اور تمیم داریؓ کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا اور دوسری حدیث بیہقیؒ کی ہے جس میں تیئیس ۲۳ رکعت کا ذکر ہے پھر عمل کس پر ہوگا؟ اس کا جواب خود صاحب محلی نے بیہقیؒ کے قلم سے نقل کیا ہے وہ یہ کہ پہلی روایت اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ اولاً گیارہ پر عمل ہوا پھر معاملہ بیس ۲۰ پر مستقر ہوگیا، جیسا کہ امام بیہقیؒ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ لوگ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں بیس ۲۰ ہی پڑھتے تھے رہا یہ سوال کہ موطاؒ طبقۂ اولیٰ سے ہے اور بیہقی طبقۂ ثالثہ سے پس یہ قوت میں برابر نہیں ہیں تو اس کا جواب حجۃ اللہ البالغہ میں طبقۂ ثالثہ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ

---

[1] امام بیہقیؒ کی ان دونوں حدیثوں کی تطبیق کے لیے اصل عبارت یوں ہے۔

ویمکن الجمع بین الروایتین فانہم کانوا یقومون باحدیٰ عشرۃ ثم کانوا یقومون بعشرین ویوترون بثلاث واللہ اعلم (جلد ۲ ص۴۹۶)

اور ان دونوں روایتوں کی تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ وہ پہلے دور میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے پھر بیس ۲۰ تراویح ادا کرتے تھے اور تین وتر۔ واللہ اعلم ۱۲ (صفدر)

است و آنکہ صاحب کبیری حدیث یزید بن رومان منقطع نوشتہ است جوابش آنست کہ ولی اللہ دہلوی در حجۃ[1] اللہ البالغہ میفرمائیند باتفاق اہل حدیث جمیع احادیث موطاؒ صحیح است منقطع و مرسل در مؤطا نیست فالطبقۃ الاولی منحصرۃ بالاستقراء فی ثلاثۃ کتب الموطاؒ وصحیح البخاری وصحیح مسلم قال الشافعی[2] اصح الکتب بعد کتاب اللہ موطاؒ مالک واتفق اہل الحدیث علی ان جمیع ما فیہ صحیح علی رأی مالک ومن وافقہ واما علی

ترجمہ:۔ اس طبقہ سے عمل اور قول کے لیے حجت پکڑنے کا حق صرف ان لوگوں کو حاصل ہے جو ماہر عالم اور ناقد ہوں جو راویوں کے ناموں اور حدیثوں کی علتوں کو جانتے ہوں انکی عبارت ختم ہوئی پس جب کہ امام ابن عبد البرؒ اور شاہ ولی اللہ الدہلویؒ اور شیخ عبد الحقؒ اور صاحب کبیریؒ نے بیہقی کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی حدیث کو جمہور اپنی دلیل گردانتے ہیں اور اسنادٌ صحیح کے لفظ

---

[1] یہ عبارت حجۃ اللہ البالغہ ص۱۳۳ طبع مصر میں مذکور ہے اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ نے عجالۂ نافعہ ص۵ میں فارسی میں اس کا مفہوم درج فرمایا ہے۔ [2] ابن العربیؒ میفرماید کتاب موطا کہ ہست اصل اول وکتاب بخاری پس آں اصل دوم است و مولانا عبد العزیز محدث دہلویؒ گفتہ کہ موطاؒ گویا اصل وامّ صحیحین است و در کمال شہرت رسیدہ و عدالت و ضبط رجال ایں کتاب مجمع علیہ است ۱۲ **ترجمہ**:۔ یعنی قاضی ابو بکر بن العربی المالکیؒ فرماتے ہیں کہ موطا امام مالک اصل اوّل ہے اور اس کے بعد بخاری اصل دوم ہے اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ موطاؒ امام مالک گویا بخاری اور مسلم کی اصل اور ماں ہے اور انتہائی شہرت کو پہنچ چکی ہے اور اس کتاب کے راویوں کی عدالت اور ضبط پر اجماع واقعہ ہو چکا ہے۔

نوٹ:۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت عجالۂ نافعہ ص۵ طبع مجتبائی دہلی میں ہے۔ صفدر۔

رأی غیرہ فلیس فیہ مرسل[1] ولا منقطع[2] الا قد اتصل السند بہ من طرق أخری فلا جرم انہا صحیحۃ من ھذا الوجہ وقد صنف فی زمان مالک موطأت کثیرۃ فی تخریج احادیثہ ووصل منقطعہ مثل کتاب ابن ابی ذئب وابن عیینۃ والثوری ومعمر وغیرہم ممن یشارک مالکاً فی الشیوخ انتہی عبارت

ترجمہ:۔ سے اس کی صحت کو صراحت سے بیان کرتے ہیں (اور امام نوویؒ بھی اس کو اسناد صحیح سے تعبیر کرتے ہیں شرح مہذب جلد ۴ ص۳۲) تو یہ حدیث صحت اور قوت میں موطأ کی حدیث سے زیادہ بڑھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں زیادت ہے (جو اصول کے لحاظ سے واجب القبول ہے) اور صاحب کبیری نے جو یہ کہا ہے کہ یزیدؒ بن رومانؒ کی حدیث منقطع ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے کہ تمام اہل حدیث کے اتفاق سے موطأ کی سب حدیثیں صحیح ہیں۔

لـہ قولہ مرسل اہ۔ وآں آنست کہ راوی مابعد تابعی دراں ساقط شود چنانچہ تابعی بگوید قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا او فعل کذا او فعل بحضرتہ کذا ۱۲۔ ترجمہ:۔ اور مرسل وہ حدیث ہے کہ تابعی کے بعد کا راوی یعنی صحابی اس میں ذکر نہ کیا جائے، مثلاً تابعی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا یا ایسا کیا یا آپ کے سامنے ایسا کیا گیا ۱۲

نوٹ:۔ اس کی مزید بحث شرح نخبۃ الفکر ص۵۰ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ صفدر

۲ـہ قولہ ولا منقطع اہ وآں آنست کہ سقوط دو راوی دراں بتوالی نباشد وہمچنیں است سقوط یکے فقط یا زیادہ ازاں ۱۲ محمد ظفر الدین قاضی عفی عنہ۔ ترجمہ:۔ منقطع وہ روایت ہے کہ اس میں دو راوی ساقط ہوئے ہوں مگر لگاتار سقوط نہ ہوا اور یہی حکم ہے فقط ایک یا ایک سے زیادہ راوی کے سقوط کا۔ تدریب الراوی ص۱۲۷ طبع مصر کی عبارت اس طرح ہے ان یکون الساقط واحداً فقط او اثنین لا علی التوالی الخ۔ یعنی جس راوی کا ذکر نہیں ہوا وہ صرف ایک ہو یا دو ہوں مگر لگاتار نہ ہوں۔ صفدر)

الحجۃ۔ عزیزا انصاف مفتی را باید دید کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی می نویسند کہ باتفاق اہل حدیث موطأ صحیح است و منقطع و مرسل در و نیست ازیں چشم پوشی نمودہ روایت فقہ کہ شخصے مقلد حنفی نوشتہ بر خلاف اجماع محدثین قبول نمودہ واگر بگوید کہ مصنف کبیری ہم محدث شاگرد شیخ کمال الدین ابن ہمام است پس درجواب او گفتہ کہ بالرأس والعین روایت بیہقی کہ اسنادش صحیح نوشتہ ہم قبول بکنند کہ مآل ایں منقطع وآں صحیح مروی او و مضمون حدیث اعرج یکے است

ترجمہ:۔ موطأ کی روایتیں منقطع اور مرسل (جو ہیں وہ بھی درحقیقت منقطع اور مرسل) نہیں ہیں پس پہلا طبقہ غور و خوض کے بعد تین کتابوں میں منحصر ہے۔ موطأ صحیح بخاری اور صحیح مسلم امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب موطأ امام مالکؒ ہے اور اہلحدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کچھ موطأ میں ہے وہ حضرت امام مالکؒ اور جو حضرات ان سے اتفاق کرتے ہیں۔ ان کی رائے کے موافق صحیح ہے (کیونکہ وہ منقطع اور مرسل کو بھی حجت اور صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ صفدر) ہے دوسرے حضرات تو ان کے نزدیک بھی موطأ میں کوئی مرسل اور منقطع روایت ایسی نہیں جس کا دوسرے طریقوں سے اتصال ثابت نہ ہو چکا ہو لہذا اس لحاظ سے بھی یقیناً وہ صحیح ہیں اور امام مالکؒ کے زمانہ میں بہت سی کتابیں موطأ کے نام پر تصنیف کی گئیں جن میں موطأ کی احادیث کی تخریج کی گئی اور اس کی منقطع روایات کی متصل سندیں بیان کی گئیں جیسے ابن ابی ذئبؒ، سفیانؒ بن عیینہؒ، سفیان ثوریؒ اور معمرؒ وغیرہ کی کتابیں جو امام مالکؒ کے ساتھ ان کے اساتذہ میں شریک تھے حجۃ اللہ کی عبارت ختم ہوئی مالے میرے عزیز! بنظر انصاف مفتی (محمد حسین) صاحب کو دیکھو کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تو لکھتے ہیں کہ اہل حدیث کے اتفاق سے موطأ صحیح ہے اور اس میں منقطع اور مرسل نہیں (کیونکہ دوسرے طرق سے ان کا اتصال ثابت ہے۔ صفدر) مگر مفتی صاحب اس سے چشم پوشی کر گئے

و درمانبت بالسنۃ عبدالحق محدث دہلویؒ فرمودہ کان السلف فی ز... عمر بن عبدالعزیز یصلون باحدٰی عشرۃ رکعۃ قصد التشبہ بر... اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی استقر (قرار یافتہ ۱۲) الامر علیہ واشتہر (شہرت یافتہ) من... الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم ھو العشرون وماروی انہا ثلاث و عشرون فلحساب الوتر معہا انتہیٰ و در حجۃ اللہ البالغہ[۲] آوردہ وزاد...

ترجمہ:۔ محدثین کے اجماع کے خلاف فقہ کی روایت کی آڑ لیتے ہیں ... ایک مقلد شخص نے لکھی ہے (کیونکہ صاحب کبیری شیخ ابراہیم حلبیؒ المتوفی ۹۵۶ھ حنفی تھے اور مفتی محمد حسین صاحب پکے غیر مقلد۔ صفدر) اور اگر وہ یہ کہیں کہ صاحب کبیری بھی شیخ کمال الدین ابن ہمامؒ کے شاگرد اور محدث تھے سو اس کا جواب یہ کہ سر اور آنکھوں پر جب انہوں نے بیہقی کی سند کو صحیح کہا ہے تو اس کو بھی

---

[۱] ای بعض السلف تنہا در خانہ بوقت آخر شب بطول قرأت میخواندند نہ آنکہ محض بعد و یازدہ مفتون ماندہ در اول شب در مسجد بجماعت خواندہ بجلدی بتمام بر بستر نرم و لحاف گرم خفتند چنانچہ حال بعضے از مُصرّان یازدہ رکعت ہمیں دیدہ کہ در جماعت مجوزان بیست شامل شدہ تا ہشت رکعت خواندہ تخلف ورزیدہ روانہ خانہ شوند۔ ۱۲ محمد ضیاء الدین عفی عنہ۔

یعنی بعض سلف گھر میں تنہا آخر شب میں لمبی قرأت کے ساتھ پڑھتے تھے نہ یہ کہ صرف گیارہ ہی رکعت کے دھوکہ میں آ کر تھے کہ رات کے ابتدائی حصہ میں مسجد کے اندر جلدی جلدی جماعت سے پڑھ کر نرم بستر اور گرم لحاف میں سو جاتے تھے جیسا کہ اس وقت گیارہ رکعت پر اڑنے والوں میں سے بعض کا یہی حال ہے کہ بیس رکعت کو جائز سمجھنے والوں کی جماعت میں شریک ہو کر آٹھ رکعت پڑھ کر علیحدگی اختیار کر کے گھر کو روانہ ہو جاتے ہیں۔

[۲] یہ عبارت حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۱۸ طبع مصر میں ہے۔ صفدر

ومن بعدھم فی قیام رمضان ثلاثۃ اشیاء الاجتماع لہٗ فی مساجدھم وذلک لانہ یفید التیسیر علی خاصتھم وعامتھم واداءہٗ فی اول اللیل مع القول بان صلوٰۃ آخر اللیل مشہورۃ وھی افضل کما نبّہ عمر رضی اللہ عنہ لھذا التیسیر الذی اشرنا الیہ وعددہٗ عشرون رکعۃ وذلک انھم رأوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم شرع للمحسنین احدٰی عشرۃ رکعۃ فی جمیع السنۃ فحکموا انہ لا ینبغی ان یکون حظ المسلم فی رمضان عند قصدہ الاقتحام فی لجۃ التشبہ بالملکوت اقل من ضعفہا انتہیٰ صاحب تقریب (ابن حجر عسقلانی ۱۲) نوشتہ یزید بن رومان المدنی مولیٰ آل الزبیر ثقۃ الخ و آنچہ از لزوم تغیر ہیئۃ مسنون باداء عشرین رکعت نوشتہ دفع آں ایں است کہ

ترجمہ:۔ قبول کیجئے کیونکہ مآل اس منقطع اور اُس صحیح مروی اور اعرجؒ کی حدیث کا ایک ہی ہے (یہ تینوں روایتیں پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ صفدر) اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب (ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں بعض سلف گیارہ پڑھتے تھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے مشابہت پیدا کریں لیکن جس معاملہ پر بات ٹھہر چکی ہے اور حضرات صحابہ کرام رضؓ اور تابعین رحؒ اور ان کے بعد والے حضرات سے جو بات مشہور ہو چکی ہے وہ بیس۲۰ ہی رکعت ہیں اور جس روایت میں تیئس۲۳ کا ذکر آتا ہے اس میں تین وتروں کو ساتھ ملا کر حساب کیا گیا ہے، انکی عبارت ختم ہوئی۔ اور حجۃ اللہ البالغہ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضؓ اور ان کے بعد والے حضرات نے تراویح کے بارے میں تین چیزیں زائد کی ہیں پہلی چیز مسجدوں میں اجتماع کیونکہ اس طرح سے خواص و عوام کو آسانی سے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے، دوسری چیز رات کے ابتدائی حصہ میں ان کو ادا کرنا حالانکہ ان کے فرمان کے مطابق رات کے آخری حصہ کا قیام افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی نماز ہمیشہ

قیاس این بر نماز مغرب کہ رباعی خواند قیاس مع الفارق است سبحان اللہ این
چہ غلو اشت و مبالغہ اوّلاً لزوم ہیئت و دوام از فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ثابت باید کرد ثبت العرش ثم النقش[۱۲] پس از تغیر بحث کردہ شود وقال القاضی
عیاض فی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا من روایۃ سعد بن ہشام
قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتسع رکعات وحدیث عروۃ عن
عائشہ باحدی عشرۃ منہن الوتر یسلم من کل رکعتین وکان

ترجمہ :- کی جاتی ہے زیا فرشتے اس موقع پر بکثرت حاضری دیتے ہیں صفدر)
جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اس سہولت پر تنبیہ فرمائی ہے جس کی طرف ہم
نے اشارہ کیا ہے اور تیسری چیز یہ کہ تراویح انہوں نے بیس[۲۰] رکعات مقرر
کر دیں یہ اس لیے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالے
علیہ وسلم نے سال میں نیکو کاروں کے لیے گیارہ رکعات مقرر کی

لہ ہمیشاں خالی از حق پوشی نیست آنچہ
بعض کساں بعد شنیدن روایات بیست[۲۰]
رکعت میگویند کہ ما یازدہ رکعت بجہت
آں میخوانیم کہ دیگراں بجلدی خواندہ خراب
میکنند سبحان اللہ سوال از آسمان وجواب
از ریسمان گفتگوئے ما در تشریع عشرین است
نہ تسدید قاصرین وایشاں برلتے اطمینان
خوب علاجے آموختہ پس باید کہ اگر کسی
دریازدہ رکعت جلدی جلدی کند چار حکم کنند بلکہ
در فرائض نیز ہمیں طریق مرعی دارند کاش
ازیں علاج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را

اسی طرح یہ بات بھی حق پوشی سے خالی
نہیں کہ بعض لوگ بیس[۲۰] رکعت کی روایات
سننے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس لیے
گیارہ رکعات پڑھتے ہیں کہ دوسرے
(یعنی بیس[۲۰] رکعت پڑھنے والے۔ صفدر)
جلدی جلدی پڑھ کر نماز کو خراب کرتے ہیں
سبحان اللہ سوال آسمان سے اور جواب
ریسمان سے کیونکہ ہماری گفتگو تو صرف اس
امر میں ہے کہ بیس[۲۰] رکعات مشروع ہیں
نہ یہ کہ جلدی جلدی پڑھ کر کوتاہی کا ارتکاب
کرنے والے راستی پر ہیں، اور ان لوگوں نے

(باقی حاشیہ ص ۴۷ پر)

یرکع رکعتی الفجر اذا جاءہ المؤذن ومن روایۃ[۳] ہشام بن عروۃ وغیرہ
عن عروۃ عنہا ثلاث عشرۃ رکعۃ برکعتی الفجر وعنہ کان لا یزید
فی رمضان ولا غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ اربعا اربعا وثلاثا و
وعنہا[۵] کان یصلی ثلاث عشرۃ ثمانیا ثم یوتر ثم یصلی رکعتین
وہو جالس ثم یصلی رکعتی الفجر وقد فسرتہا فی الحدیث الآخر منہا

ترجمہ :- ہیں تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مناسب نہیں کہ مسلمان کا حصہ
رمضان میں جب وہ ملکوت سے مشابہت پیدا کرنے کے لیے گہرے
سمندر میں غوطہ مارنے کا ارادہ رکھتا ہے دوگنے سے کم ہو ان کی عبارت
ختم ہوئی اور صاحب تقریب لکھتے ہیں کہ یزیدؒ بن رومانؒ جو خاندان زبیرؓ
کے غلام تھے ثقہ ہیں الخ رہا مفتی صاحب کا یہ اعتراض کہ بیس[۲] رکعت پڑھنے
سے نماز تراویح کی ہیئت مسنونہ بدل جاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے

صفحہ ۴۶ کا بقیہ حاشیہ

اطلاع میسر شدے تا آں بہ اصحاب را
کہ نماز بجلدی خواندہ بخدمت حاضر شدہ
بود وایشاں امر کردند کہ قم فصل فانک
لم تصل محض ہمیں گفتندے کہ یک رکعت
بخواں لیکن باآہستگی فافہم ۱۲ محمد ضیاء الدین
قاضی عفی عنہ۔

(جو آٹھ پڑھتے ہیں) اپنی تسلی کے لیے خوب
علاج سیکھ لیا ہے پس انکو چاہیئے کہ اگر کوئی
شخص جلدی سے گیارہ رکعات پڑھتا ہے تو
اس کو چار رکعت کا حکم دیدیں بلکہ فرائض میں
بھی یہی وطیرہ ملحوظ رکھیں کاش کہ اس علاج
سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع
میسر ہوتی تو آپ پہلے اس صحابی کو جو جلدی سے نماز پڑھ کر آپ کی خدمت میں
حاضر ہوا تھا اور آپ نے اس کو یہ فرمایا تھا کہ اُٹھ (پھر) نماز پڑھ کیونکہ تو نے (کامل)
نماز نہیں پڑھی صرف اتنا ہی ارشاد فرما دیتے کہ ایک رکعت پڑھ مگر آہستہ پڑھ
اس کو بخوبی سمجھ لو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے حکم سے نہ یہ کہ اپنی طرف سے کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احکام مفوض نہ تھے، آپ صرف احکام پہنچاتے تھے تفصیل دل کا سرور میں
ملاحظہ فرمائیں ۱۲ صفدر۔

رکعتا الفجر وعنہا[ك] فی البخاری ان صلوٰتہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل
سبع وتسع وذکر[ك] البخاری ومسلم بعد ھذا من حدیث ابن عباس ان
صلوٰتہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث عشر رکعۃ ورکعتین بعد الفجر
سنۃ الصبح وفی حدیث[ھ] زید بن خالد انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی
رکعتین خفیفتین ثم طویلتین وذکر الحدیث وقال فی آخرہ فتلک
ثلاث عشرۃ قال القاضی قال العلماء فی ھذہ الاحادیث اخبار
کل واحد من ابن عباس وزید وعائشۃ بما شاھد واما الاختلاف
فی حدیث عائشۃ فقیل ھو منہا وقیل من الرواۃ عنہا فیحتمل
ان اخبارھا باحدی عشرۃ ھو الاغلب وباقی روایاتہا اخبار منہا بما

ترجمہ:۔ کہ اس کو نماز مغرب پر قیاس کرنا کہ اس کی چار رکعت پڑھی جائیں
قیاس مع الفارق ہے سبحان اللہ یہ نہایت غلو اور مبالغہ ہے اوّلاً اس لیے
کہ پہلے اس ہیئت کا لزوم اور دوام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
فعل سے ثابت کرنا چاہیئے (یعنی یہ کہ آپ ہمیشہ گیارہ رکعت ہی پڑھتے تھے)
مشہور محاورہ ہے پہلے تخت بناؤ پھر اس پہ نقش و نگار کرو اس کے بعد پھر تغیر
ہیئت سے بحث کی جائے گی، امام قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ
کی روایت میں جو حضرت سعدؒ بن ہشامؒ کی سند سے آتی ہے ثابت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۹ رکعت پڑھتے تھے اور بسند عروہؒ حضرت
عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ گیارہ رکعت پڑھتے تھے جن میں وتر بھی ہوتے
تھے جن کی ہر دو رکعت کے بعد سلام کہتے تھے اور جب آپ کے پاس مؤذن
آچکتا تو آپ صبح کی دو سنتیں پڑھتے تھے اور حضرت ہشامؒ بن عروہؒ وغیرہ کی
روایت میں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے یہ آتا ہے کہ آپ تیرہ ۱۳ رکعت
ادا کرتے تھے جن میں صبح کی دو سنتیں بھی ہوتی تھیں اور حضرت عائشہؓ سے
یہ روایت بھی آتی ہے کہ آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے

کان یقع نادراً فی بعض الاوقات فاکثرہ خمس عشرۃ برکعتی
الفجر واقلہ سبع وذلک بحسب ما کان یحصل من اتساع (فراغ ۱۲)
الوقت او ضیقہ (تنگی ۱۲) بطول قرأۃ کما جاء فی حدیث حذیفۃ وابن
مسعود او لنوم او عذر مرض او غیرہ او فی بعض الاوقات عند
کبر السن کما قالت فلما اسن صلی اللہ علیہ وسلم صلی
سبع رکعات او تارۃ تعد (شمار میکرد ۱۲) الرکعتین الخفیفتین فی اول قیام اللیل
کما رواہ زید بن خالد وروتہا عائشۃ بعدھا وھذا فی مسلم
او تعد رکعتی الفجر تارۃ وتحذفہا (نمی ۱۲) تارۃ او تعد احدھما وقد تکون
عدت راتبۃ العشاء مع ذلک تارۃ وحذفہا تارۃ قال القاضی
ولا خلاف انہ لیس فی ذلک حد لا یزاد علیہ ولا ینقص منہ وان
صلوٰۃ اللیل من الطاعات التی کلما زاد فیہا زاد الاجر وانما الخلاف
فی فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما اختارہ لنفسہ واللہ اعلم شرح
نووی[ل] للمسلم وملا علی قاری در مرقات آوردہ اعلم انہ لم یوقت

ترجمہ:۔ زیادہ نہیں پڑھتے تھے یعنی چار چار رکعت پھر تین وتر اور ان سے یہ
روایت بھی ہے کہ آپ تیرہ ۱۳ رکعت پڑھتے تھے آٹھ اور پھر تین وتر پھر
بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے اس کے بعد فجر کی سنتیں پڑھتے اور دوسری روایت
میں انہوں نے فجر کی سنتوں کی تشریح کی ہے اور ان سے بخاری میں یہ روایت
بھی ہے کہ آپ کی رات کی نماز سات اور نو رکعت ہوتی تھی اور بخاری و
مسلم نے اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ کی روایت ذکر کی ہے کہ آپ کی
رات کی نماز تیرہ رکعت ہوتی تھی اور طلوع فجر کے بعد صبح کی دو سنتیں ہوتی
تھیں اور حضرت زیدؓ بن خالدؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

ل جلد ۱ ص ۲۵۳ ۱۲ صفدر

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی التراویح عددا معیناً انتہیٰ ودر باب رکعتین بعد وتر کہ نشستہ میخوانند نوشتہ قلت الصواب ان ھاتین الرکعتین فعلھما النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعد الوتر وبیان جواز النفل جالساً ولم یواظب علیٰ ذٰلک بل فعل مرۃ او مرتین او مرات قلیلۃ ولا تغتر بقولہا کان یصلی[1] شرح نووی

ترجمہ :- تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہلکی دو رکعتیں پڑھیں پھر لمبی لمبی اور پھر پوری حدیث ذکر کی اور اس کے آخر میں فرمایا کہ یہ تیرہ ۱۳ رکعتیں ہوگئیں ، قاضی عیاض رحؒ نے فرمایا کہ ان احادیث کے بارے میں علماء بیان کرتے ہیں کہ ان میں حضرت ابن عباس رضؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت عائشہ رضؓ میں سے ہر ایک نے آپ سے جو کچھ (مختلف حالات میں) دیکھا وہ بیان کر دیا ہے۔ باقی رہا حضرت عائشہ رضؓ کی روایت میں اختلاف تو اس سے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ انہی سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے روایت کرنے والوں کی طرف سے ہے سو اس کا احتمال ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے گیارہ کے بارے

---

[1] امام نوویؒ کے جملہ کان یصلی کے آگے عبارت اس طرح ہے :-

فان المختار الذی علیہ المحققون من الاصولیین ان لفظۃ کان لا یلزم منھا الدوام ولا التکرار وانما ھی فعل ماضٍ یدل علیٰ وقوعہ مرۃ فان دلّ دلیل علیٰ التکرار عمل بہ والّا فلا تقتضیہ بوضعھا اھ نووی شرح مسلم جلد ۱ ص۲۵۴ ۱۲ صفدرؔ

کہ بے شک مختار اور پسندیدہ بات جس پر اہل اصول کے محققین حضرات ہیں یہ ہے کہ لفظ کان دوام اور تکرار کو مستلزم نہیں ہے یقینی امر ہے کہ یہ تو فعل ماضی ہے جو ایک دفعہ کے وقوع پر دلالت کرتا ہے پس اگر کوئی دلیل تکرار پر دلالت کرے تو اس پر عمل کیا جائے گا ورنہ لفظ کان اپنی وضع کے لحاظ سے دوام اور تکرار کو نہیں چاہتا۔

اللہ ۔ لہٰذا صاحب سفر سعادت[1] دریں باب ہشت صورت در نماز شب نوشتہ کہ ہمہ صحیح اند پس آنچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمودہ کہ یازدہ رکعت در ماہ رمضان وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میخواند ایں ہم از ایام نوبت خود کہ در سال سی وشش روز میشود خبر دادہ و روایات کمی و بیشی الخ عائشہ رضؓ واز غیر ایشاں نیز در ماسبق گذشتہ پس تغیر ہیئت یازدہ ہم سنت شدہ اگرچہ در سالے بماہ رمضان بہ نیت عمل بر سنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ وسنت خلفاء الراشدین معمول کند وبر تقدیر تسلیم کہ یازدہ رکعت اغلب فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احتمال باشد وحفاظت ہمیں عدد مسنون باشد

ترجمہ :- میں جو خبر دی وہی آپ کی اکثر عادت ہو اور ان کی باقی روایتیں اس پر محمول ہوں کہ آپ سے جو نادر طور پر بعض اوقات میں انہوں نے دیکھا وہ بیان کر دیا فجر کی دو رکعتیں سنت ملا کر زیادہ سے زیادہ پندرہ رکعتیں ہوتی ہیں اور کم سے سات رکعتیں اور یا یہ وقت کی فراخی اور تنگی اور طول قرأت کی وجہ سے ہوتا تھا جیسا کہ حضرت حذیفہ رضؓ اور حضرت ابن مسعود رضؓ کی حدیث میں آتا ہے یا نیند یا بیماری کے عذر یا اور کسی عذر کی وجہ سے اور یا بڑھاپے کی وجہ سے بعض اوقات میں ایسا ہوتا رہا جیسا کہ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ بوڑھے ہو گئے

---

[1] سفر السعادت کے الفاظ یہ ہیں :-

وورد فی کیفیۃ قیام اللیل طرق ثمانیۃ کلہا صحیحۃ والمتعبد مخیر فی المواظبۃ علیٰ ای ھذہ الانواع شاء او اختیار نوع منہا فی وقت دون وقت اھ سفر السعادت برحاشیہ کشف الغمہ جلد ۱ ص۹۷ طبع مصر ۱۲ صفدرؔ ۔

کہ رات کی نماز کی کیفیت کے بارے میں آٹھ صورتیں وارد ہوئی ہیں جو سب کی سب صحیح ہیں اور عبادت کرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ ان قسموں میں سے جس پر چاہے دوام کرے یا ان میں سے کسی قسم کو کسی ایک وقت اختیار کرے اور کسی قسم کو کسی دوسرے وقت ۔

چنانکہ ادعائے مفتی است پس گوئیم کہ دوازدہ[۱۲] رکعت اُولیٰ بگفتۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کہ مستحب بود ادا کردیم و یازدہ[۱۱] رکعت کہ مسنون است آخر ہمہ خواندیم وہیئت وتر را ہر چند لازم نبود نگاہ داشتہ ایم پس تغیر ہیئت کجا است بلکہ مثل لزوم او محقق ادعا است ومفتی را می باید کہ عمل مومن حتیٰ الامکان بطورے حمل کند کہ موافق سُنت باشد چنانچہ در بیع دو خروار گندم و یک خروار جو بمقابلہ دو خروار جو و یک خروار گندم در باب ربوا بطورے تصریف میکنند کہ ربوا لازم نیاید حالانکہ محل عدم جواز ہم بود و ایں مفتی بسینہ زوری اعمال متبعان سنت را بدعت میگوید و سواد اعظم را از صحابہ رض و تابعین رح و ائمہ مجتہدین و علماء شرق و غرب از عہد عمر بن الخطاب تا امروز مخالف سنت قرار میدہد بلکہ سخن را بجائے رسانیدہ کہ تعریض با فعال مشرکین نمودہ ایں را تقلید آباء و اجداد عامل قرار دادہ امام شعرانی در کشف[۱] الغمہ آوردہ کانوا یصلونہا

ترجمہ:۔ تو سات رکعتیں پڑھتے تھے یا وہ کبھی اُن دو ہلکی پھلکی رکعتوں کو شمار کر لیتی ہوں گی جن کو آپ ابتداءِ قیام میں ادا کرتے تھے جیسا کہ حضرت زید رض بن خالد رض نے اور خود حضرت عائشہ رض نے اس کے بعد ذکر کیا ہے اور یہ روایت مسلم میں ہے اور یا کبھی فجر کی دو رکعتوں کو بیان کرتی ہوں گی یا ان دونوں میں سے کبھی ایک کا ذکر کر دیتی ہوں گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے اگو بعید ہے صفدر کہ عشاء کی دو رکعت سنتوں کا ذکر کر دیتی ہوں گی ور کبھی ان کا تذکرہ چھوڑ دیتی ہوں گی قاضی عیاض رح فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس میں کوئی ایسی حد متعین نہیں کہ جس میں کمی یا زیادت نہ کی جا سکے اور رات کی نماز ان نیکیوں میں سے ہے کہ وہ جتنی بھی زیادہ کی جائیں اجر بڑھتا چلا

---

[۱] کشف الغمہ جلد ۱ صـ ۱۱۶ طبع مصر ۱۲ صفدر

فی اوّل زمان عمر رضی اللہ عنہ ثلاث عشرۃ رکعۃ وکان القاری یقرأ بالمئین من الآیات حتّی کان الناس یعتمدون علی العصی من طول القیام وکان امامہم اُبی بن کعب وتمیم الداری رضی اللہ عنہما ثم ان عمر رضی اللہ عنہ امر بالفعل ثلاث وعشرین رکعۃ ثلاث منہا الوتر واستقر الامر علی ذٰلک فی الامصار انتہیٰ و در درمختار[۱] است قولہ وہی عشرون رکعۃ ہو قول الجمہور وعلیہ عمل الناس الیوم شرقاً وغرباً وعن مالک ست وثلاثون وذکر فی الفتح ان مقتضی الدلیل کون المسنون منہا ثمانیۃ والباقی مستحبا وذکرت جوابہ، فیما علقتہ، علیہ انتہی اگر بنظر تحقیق دیدہ شود از چند وجہ تغیر میدہند، سنت را و غوغاے ایشاں محض بر عدد عشرین است چنانکہ اوّلاً در وقت تغیر دادہ اند کہ در اوّل شب میخوانند

ترجمہ:۔ جائے گا اختلاف تو صرف اس بات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل کیا تھا؟ اور آپ نے اپنے لیے کیا پسند کیا؟ واللہ اعلم۔ (نووی شرح مسلم) اور حضرت ملا علی ن القاری مرقات میں فرماتے ہیں کہ تو جان لے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح میں کوئی تعداد مقرر نہیں کی، ان کی عبارت ختم ہوئی اور امام نووی رح نے وتروں کے بعد دو رکعتوں کے بیٹھ کر پڑھنے کے باب میں لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ درست بات یہ ہے کہ یہ دو رکعتیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتروں کے بعد اس لیے بیٹھ کر پڑھی ہیں تاکہ عملاً وتروں کے بعد نماز کے جواز کا بیان فرما دیں نیز یہ بھی کہ نفل بیٹھ کر بھی پڑھے جا سکتے ہیں اور آپ نے اس پر مداومت

---

[۱] یہ عبارت رد المحتار یعنی شامی کی ہے (ملاحظہ ہو جلد ۱ صـ ۵۱۱ طبع مصر) درمختار کتابت کی غلطی ہے واللہ اعلم ۱۲ صفدر

درسفر سعادت است وتر را گاہے در اوّل شب گاہِ میانہ و اغلب در
آخر شب میگزارند انتہیٰ ثانیا[۲] در مکان کہ افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ
بصحت رسیدہ تغیر دادہ اند باجتماع ایشاں در مساجد ثالثاً[۳] طول
قرأت کہ بر عصا تکیہ میکردند تغیر دادہ اند رابعاً[۴] اربعا اربعا و ثلاثا واحد شدہ
وایشاں مثنیٰ مثنیٰ و واحد میخوانند وسہ رکعت وتر راکہ دریں حدیث آمدہ ضعیف
میگویند پس نیمہ حدیث نزد ایشاں قابلِ احتجاج است و نیمہ ضعیف و متروک
العمل و عند الاستفسار میگویند سہ رکعت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواندہ بر دو
سلام میدادند و حال آنکہ از شرح مسلم و سفر سعادت معلوم میشود کہ گاہی سہ[۳] وگاہے
یک وگاہے خمس وگاہے غیر آں میخواندو قرأت ایں سہ اعلیٰ وکافرون و
اخلاص نوشتہ اند خامساً بجماعت[۱] چرا میخوانند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم بعد چند روز جماعت ترک دادہ و افضلیت در تنہا فرمودہ

ترجمہ:- نہیں کی بلکہ ایک دو دفعہ یا اس سے کچھ زیادہ مرتبہ ایسا کیا ہے
اور ثم کان یصلی (کہ وہ پڑھا کرتے تھے) کے لفظ سے دھوکہ نہ کھانا
نووی شرح مسلم۔ اسی لیے مصنف سفر سعادت نے رات کی نماز کے
باب میں آٹھ صورتیں لکھی ہیں جو سب کی سب صحیح ہیں، پس جو کچھ حضرت
عائشہ صدیقہ رضؓ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر
رمضان میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے یہ خبر دینا بھی ان کا اپنی باری کے

---

[۱] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیئس رمضان کی رات کو باجماعت رات کی
تہائی تک اور پچیسویں رمضان کو نصف تک اور ستائیسویں کو اختتام سحری تک صرف
تین راتیں باجماعت نماز پڑھائی ہے ملاحظہ ہو نسائی جلد ا ص ۱۸۲ وغیرہ مگر غیر مقلدین حضرات
پورا مہینہ باجماعت پڑھتے پڑھاتے ہیں یہ بھی تغیر سنت ہے، ۱۲ صفدر

سادساً[۶] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد خواب میخواندند وایشاں
قبل از نوم ایں ہمہ تغیرات میکنند و مخالف سنت نمیدانند فقط عدد
عشرین را متغیر ہیئت قرار ہند رحم اللہ من انصف ولم یتعسف اگر
کسے تنہا بطول قرأت درخانہ یازدہ[۱۱] رکعت میخواند در ادائے سنت او قبل[۱] وقالے

ترجمہ:- دنوں کا ہے جو سال میں چھبیس[۲۶] دن ان کی باری کے ہوتے تھے
(کیونکہ آپ کی اور ازواج مطہرات بھی تھیں اور آپ ان کو بھی باقاعدہ باری
دیتے تھے۔ صفدر) اور خود حضرت عائشہ رضؓ اور اسی طرح دوسرے حضرات
سے کمی بیشی کی روایات پہلے گذر چکی ہیں، لہٰذا گیارہ کی ہیئت کو بدلنا اور
اس کا تغیر کرنا بھی سنت ہوا۔ اگرچہ سال میں رمضان مبارک کے ماہ میں
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضؓ
کی سنت پر عمل کرنے کی نیت سے کیا جائے اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے
کہ احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل اکثر گیارہ رکعات
پر تھا اور اس کی حفاظت ضروری ہے جیسا کہ مفتی صاحب کا دعوےٰ ہے
تو ہم کہتے ہیں کہ ہم پہلی بارہ[۱۲] رکعات حضرات صحابہ رضؓ کرام کے کہنے پر پڑھتے
ہیں جو مستحب ہیں اور اسی کے بعد گیارہ رکعات جو مسنون ہیں ہم ادا کرتے

---

[۱] کاش ایں محقران سنت صحابہ رضؓ قدرے
از کید نفس متنبہ شدہ زبان از تعریضات
نالائقہ باز داشتندے اگر شوق عبادت
و ذوق اتباع زائد الوصف بود بایستے کہ
موافق فتوٰی مولانا عبد العزیز محدث
دہلوی رحؒ اول شب بجماعت عامہ مومنین
شامل شدہ سنت صحابہ ادا کردندے

کاش کہ حضرات صحابہ کرام رضؓ کی سنت کو حقیر
سمجھنے والے یہ دوست نفس کی مکاریوں
سے خبردار ہوتے تو نالائق قسم کی تعریضات
اور چوٹوں سے زبان کو باز رکھتے اگر ان کو
عبادت کا زائد الوصف شوق اور اتباع
کا ذوق ہوتا تو ان کو چاہیئے تھا کہ حضرت
مولانا عبد العزیز محدث دہلوی رحؒ کے فتوٰی

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۶ پر)

نیست اما ایں قدر افراط کہ در حق خوانندگا بیست رکعت ایں مفتی کردہ پائے از طریقہ انصاف بیروں نہادہ وتعریضات کہ کردہ داب ارباب اخلاق حمیدہ نیست اللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا

ترجمہ:- بیس اور طاق کی صورت کو اگرچہ وہ لازم نہ تھی ہم نے محفوظ ہی رکھا پس تغیر ہیئت کہاں سے پیدا ہوا؟ بلکہ اس کا لزوم بھی (ہمارے) دعویٰ کو ثابت کرتا ہے اور مفتی کو چاہیئے کہ حتی الوسع مومن کے عمل کا محمل ایسا قرار دے جو سنت کے موافق ہو جیسا کہ سود کے باب میں دو خروار (خروار خر من اور ڈھیر پر بھی بولا جاتا ہے، آپ اس کو ایک متعین مقدار سمجھ لیں) گندم اور ایک خروار جَو کو جو دو خروار جَو اور ایک خروار گندم کے مقابلہ میں فروخت کیے جائیں علماء ،ہی کی اس طرح توجیہ کرتے ہیں کہ سود لازم نہ آئے حالانکہ یہ عدم جواز کا محمل بھی ہے (جبکہ مثلاً خروار گندم کو ایک خروار گندم کے مقابلہ میں سمجھا جاتے) اور یہ مفتی سینہ زوری کے ساتھ سنت کی پیروی کرنے

صفحہ ۵۵ کا بقیہ حاشیہ

کہ قیام رمضان است و در آخر شب قصد تشبہ با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہشت رکعت یا چار موافق روایت نسائی بجا می آورد ندے کہ صلوٰۃ اللیل باصطلاح محدثین ہمیں است کہ در رمضان وغیرہ برابر بُود ۱۲ ضیاء الدین غفرلہ ولوالدیہ۔

کے موافق رات کے ابتدائی حصہ میں عام مومنوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو کر حضرات صحابہ کرامؓ کی سنت کو ادا کرتے کہ یہ قیام رمضان (یعنی تراویح) ہے اور رات کے آخری حصہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل کے ساتھ تشبہ پیدا کرنے کی خاطر نسائی کی روایت کے مطابق آٹھ یا چار رکعت ادا کرتے کیونکہ محدثین کرامؒ کی اصطلاح میں یہی صلوٰۃ اللیل ہے جو رمضان وغیر رمضان میں یکساں رہتی تھی۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۷ پر)

اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ۔ تمت ھذا الکتاب بعون الملک الوہاب۔

ترجمہ:- والوں کے عمل کو بدعت کہتا ہے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ سے لے کر اس وقت حضرات صحابہ کرامؓ تابعینؒ ائمہ مجتہدینؒ اور مشرق و مغرب کے علماء کی بہت بڑی جماعت کو مخالف سنت قرار دیتا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) بلکہ اس مفتی نے بات یہاں تک پہنچا دی ہے کہ ان حضرات کے فعل کو تعریض کر کے مشرکین کا فعل کہتا ہے اور ان کو اپنے آباء و اجداد کی تقلید کا عامل

باقی ترجمہ صفحہ ۵۸ پر

صفحہ ۵۶ کا بقیہ حاشیہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی حضرت عائشہؓ کی ماکان یزید فی رمضان الحدیث کی تحقیق کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:-

آں روایت محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان وغیر رمضان یکساں بود غالباً بعدد یازدہ رکعت مع الوتر میرسد اھ

(فتاوٰی عزیزی جلد ۱ ص۱۱۹ طبع مجتبائی دہلی)

وہ روایت نماز تہجد پر محمول ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں یکساں ہوتی تھی اور وتر کو ساتھ ملا کر عموماً گیارہ رکعت ہوتی تھی۔

گویا اس لحاظ سے حضرت عائشہؓ کی حدیث نماز تراویح سے بالکل غیر متعلق ہے اس کا تعلق صرف نماز تہجد سے ہے جو بدستور رمضان وغیر رمضان میں ہوتی رہتی تھی اور اس میں کمی بیشی بھی ثابت ہے مگر اکثر حالات میں آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر کل گیارہ رکعتیں ہوتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدینؓ اور جمہور علماء امت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور نفس امارہ کی آزادی اور تن آسانی سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔ صفدر۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ ومتبعیہ الیٰ یوم الدین۔

قرار دیتا ہے، امام شعرانی رہ کشف الغمہ میں فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رض (کی خلافت) کے ابتدائی دور میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے اور امام سو سو آیات والی سورتیں پڑھتا تھا یہاں تک کہ لوگ لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگایا کرتے تھے اور ان کے امام حضرت اُبی بن کعب اور حضرت تمیم داری رض تھے اس کے بعد حضرت عمر رض نے تیئیس ۲۳ رکعت پڑھنے کا حکم دیا اور تین ان میں وتر تھے اور اس پر سب شہروں میں عاملہ پختہ ہو گیا اور در مختار میں ہے کہ ان کا قول تراویح بیس ۲۰ رکعت ہیں یہ جمہور کا قول ہے اور اسی پر آج تک مشرق و مغرب میں لوگوں کا عمل ہے اور امام مالک رح سے چھتیس ۳۶ رکعت کا ذکر بھی آیا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ دلیل اس کو چاہتی ہے کہ آٹھ رکعت سنت اور باقی مستحب ہوں لیکن میں نے اس کا جواب اس کے حاشیہ پر لکھدیا ہے ختم ہوئی ان کی عبارت، اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھا جائے تو آٹھ رکعات والے حضرات کئی وجوہ سے سُنت کو بدلتے ہیں اور شور و غل صرف بیس ۲۰ کے عدد پر برپا کرتے ہیں۔ اوّلاً وقت کو بدلتے ہیں کہ وہ رات کے ابتدائی حصہ میں پڑھتے ہیں اور سفر سعادت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم وتر کبھی رات کے اول حصہ میں کبھی درمیان میں اور اکثر رات کے آخری حصہ میں ادا کرتے تھے ختم ہوئی عبارت وثانیاً انہوں نے جگہ کو بدل دیا ہے کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آدمی کے لیے بہتر یہ ہے کہ (غیر فرضی) نماز گھر میں ہو حالانکہ وہ مسجدوں میں جمع ہو کر پڑھتے ہیں وثالثاً قرأت کو انہوں نے بدل دیا ہے حالانکہ سلف صالحین لاٹھیوں پر ٹیک لگایا کرتے تھے ورابعاً حدیث میں چار چار اور تین وارد ہوا ہے۔

اور یہ دو دو اور ایک (وتر) پڑھتے ہیں اور تین رکعت وتر کو جو اس حدیث سے ثابت ہے ضعیف کہتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ

(باقی ترجمہ صفحہ ۵۹ پر ملاحظہ کریں)

پس آدھی حدیث تو ان کے نزدیک قابل احتجاج ہے اور آدھی ضعیف اور متروک العمل ہے اور پوچھنے پر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے جو تین وتر پڑھے ہیں آپ دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے حالانکہ شرح مسلم اور سفر سعادت سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر آپ نے کبھی تین اور کبھی ایک اور کبھی پانچ اور کبھی اس کے علاوہ بھی پڑھے ہیں اور لکھا ہے کہ ان تین وتروں میں آپ سورۃ الاعلیٰ سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص کی قرأۃ کرتے وخامساً یہ جماعت کے ساتھ کیوں پڑھتے ہیں جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے چند دنوں کے بعد جماعت ترک کر دی تھی اور فرمایا کہ افضلیت تنہائی میں پڑھنے میں ہے۔ وسادساً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سونے کے بعد یہ نماز پڑھتے تھے اور یہ سونے سے پہلے پڑھ لیتے ہیں پس اتنے تغیرات کو یہ مخالف سُنت نہیں سمجھتے بس صرف بیس ۲۰ کے عدد کو مغیر سنت قرار دیتے ہیں اللہ تعالےٰ اس شخص پر رحم کرے جو انصاف سے کام لے اور تعصب نہ کرے ہاں اگر کوئی شخص اپنے گھر میں لمبی قرأت کے ساتھ گیارہ رکعت پڑھے تو اُس کے لیے سُنت کے ادا ہونے میں کوئی قیل وقال نہیں ہے لیکن اس قدر افراط جو مفتی (محمد حسین) صاحب نے بیس ۲۰ رکعت پڑھنے والوں کے حق میں اختیار کی ہے اس طرح کرنے سے انہوں نے اپنا قدم انصاف کے دائرہ سے باہر کر دیا ہے اور جو جو تعریضات اور چوٹیں انہوں نے کی ہیں وہ اچھے اخلاق والوں کی عادت کے خلاف ہے۔ اے اللہ تعالےٰ تو ہمیں حق کو حق ہی دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق بخش اور باطل کو باطل ہی کی صورت میں دکھا اور اُس سے گریز کرنے کی توفیق مرحمت فرما (آمین ثم آمین) اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کتاب مکمل ہوئی ہے۔

35

حنفی شافعی وغیرہ اختلاف کا طعنہ دینے والوں
اور فقہ کو اختلاف کا سبب کہنے والوں کی
اندرونی داستان

غیر مقلّدین کے متضاد فتوے

تالیف

حافظ عبدالقدوس خان قارن
مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر
عمر اکادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ، پاکستان

قیمت ستائیس ۲۷ روپے